باسمہ تعالیٰ

فقہ گویا

فقہ سنتی، فقہ پویا وفقہ بشری تمام فقہ اسلامی میں ایک مختصر نگارش

مؤلف :

آیۃ اللہ العظمی ڈاکٹر محمد صادق تہرانی

فہرست مطالب

عناوین

۱۔ قرآن وسنت کے معیار پر فقہ کی تحقیق

۲۔ فقہ سنتی پر تحقیق اور اس پر نقد وتبصرہ

۳۔ فقہ پویا کی تحقیق اور اس پر نقد وتبصرہ

۴۔ فقہ بشری کی تحقیق اور اس پر نقد وتبصرہ

۵۔ قرآن و سنت کے معیار پر فقہ گویا پر ایک تحقیق

٦۔ مؤلف کی سوانح حیات

قرآن وسنت کے معیار پر فقہ کی تحقیق

(فقہ گویا)

"بسم اللہالرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین وافضل الصلواۃو السلام علی خاتم النبیین وافضل الخق اجمعین محمد والہ الطاہرین المعصومین المکرمین والسلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ورحمہ اللہ وبراکاتہ"

"فقہ"کہ اپنے جمع اکبر واصغر میں بیس مرتبہ مختلف الفاظ اور مشتقات میں قرآن میں آیا ہے ، شایستہ طریقہ سے معلوم مقتدمات کو ترتیب دیکر کسی مجہول کو سمجہنے کے معنی میں ہے تفقہ زیادہ زحمت کے ہمراہ وہی فقہ ہے کہ شریعت مقدس نے تمام مکلفین کے دوش پر یہ ذمہ داری رکھی ہے کہ زندگی کہ بحر متلاطم میں اپنی استعداد اور امکان کے بقدر ہمیشہ اپنے مجہولات

کو بحد امکان برطرف کریں اور "و یتفہوا فی الدین"[1]نے شائستہ طریقہ سے اس کو سب کا وظیفہ قرار دیا ہے

خدا وند متعال نے ہماری فکری مجہولات کو بر طرف کر نے کے لئے بحد امکان باطنی اور ظاہری مقدمات فراہم کر نے کے لئے ہمیں کھلی آنکھ اورعقل روشن کے ذریعہ ان مقدمات کی مدد سے جہالت کے پردوں س کو بر طرف کریں ، چونکہ "انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون"[2]دیکھو ہم نے کس طرح نشانیوں کو (حقیقت کی)گوناگوں بیان کرتے ہیں شاید بخوبی سمجھیں ، نیز"فصلنا الآیات لقوم یفقہون"[3]بہ تحقیق ہم نے حق کی نشانیوں کو روشن طریقہ سے بیان کیا ہے ، ایک گروہ کے لئے کہ سمجھتے ہیں

یہ آیات اور دوسری آیات نے فقہ اور تفقہ شائستہ کے لئے خود کفائیاور خود آرائی کو درمیان ست ختم کیا ہے ، دوسروں کے آراء اور نظریات کی تحقیق اور دریافتوں کو حقیقت تک پہونچنے کی راہ میں سب کا وظیفہ جانا ہے سوائے معصومین کے کہ ان کا شرعی علم الہی ہے، نیز حقیقت کی راہ میں تگ ودو کر نے والوں کو آیت امر میں شمار کیا ہے

"والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا و۔۔الی اللہ فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوالباب"[4]

اور جن لوگوں نے دوری اختیار کی طاغوت سے کے اس کہہ عبادت کریں اور خدا کی طرف رجوع کیا ، لہذا بشارت دیدیجئے میرے بندوں کو جو قول کو سنتے ہیں اور بہترین قول کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ صاحبان عقل وخرد ہیں

کہ دوسرے لوگ طبیعی طور پر گمراہ اور بے عقل ہیں ، قول حق شریعت الہی کی راہ میں تنہا وہی ہے جو بخوبی کتاب اور سنت قطعیہ سے ماخوذ ہوان

١۔ توبہ/ ١٢٢
٢۔ انعام/٦٥
٣۔ انعام/٦٥
٤۔ زمر/١٨

دوسرے مدارک سے کہ ہو اصلاح اور دوسرا افساد ہے کیونکہ:"والذین یمسکون بالکتاب و اقاموا الصلاۃ انا لا نضیع اجر المصلحین"[٥]

اور جو لوگ کتاب کے ذریعہ نگہبانی کرتے ہیں (خود کی اور دوسروں کی کجی اور نابسامانی)اور نماز قائم کرتے ہیں تو ہم نے بتحقیق اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ہیں

اور چونکہ اس کتاب الہی نے سنت پیغمبر اور اس کے بعد ائمہ معصومین کی سنت کو مورد تمسک قرار دیا ہے کہ:"اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"[٦]ہم بھی قرآن کے بعد سنت قطعیہ سے تمسک کرتے ہیں

اس بات کے پیش نظر کہ سنت سلبی اور ضد قرآن عکس العمل کی حامل نہیں ہے جو تنہا حاشیہ قرآن میں ہے نہ کہ مخالف قرآن کیونکہ"فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم"[٧]

جس چیز کی تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس سے تمسک اختیار کرو کہ بہ تحقیق تم صراط مستقیم پر ہو،کہ بنیاد استمساک،قرآن اور اس کے حاشیے میں رسول گرامی اسلاماور اهلبیت قرآن کی سنت موافق یا غیر مخالف قرآن

خلاصہ کلام رسول گرامی اسلام کے لئے جو عصمت ،عقل علم اوردرایت کے سب سے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں قرآن کے علاوہ وہ کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے

استمساک، قرآن کے ذریعہ رسالت کی نگہبانی کرنا ہے "اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ ولن تجد من دونہ ملتحدا"[٨]اور پڑھو اس کو جس کو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے تمہارے رب کی کتاب سے ، اور اس

٥۔ اعراف /١٧٠
٦۔ نساء/٥٩
٧۔زخرف/٤٣
٨۔کہف/٢٧

کے کلمات کو ہرگز کوئی تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور ہرگز قرآن کے علاوہ کسی اور کو اپنا ملجأ و ماوی نہ پاؤ گے

جس طرح سے خدا کو ترک کرنا اور غیر خدا کی پناہ میں جا نا"الحاد"ہے ترک کتاب خدا(قرآن مجید)اور غیر خدا کی پناہ بھی الحاد اور اس کے لئے شریک قرار دینا قرآن کی نسبت شرک ہے اور سنت بھی شریک قرآن نہیں ہے بلکہ اس کے حاشیہ میں اور اس کے ہمراہ ایک وحی ہے

"ملتحد" پورے قرآن میں دو جگہ تمام مکلفین کے لئے استعمال ہوا ہے ایک سورہ جن میں ،الوہیت کے بارے میں (۲۲:۷۲)اوراس کے بعد سورہ کہف میں صرف قرآن رسول گرامی اسلام کے بارےمیں ملتحد اور پناہ گاہ وحیانی ہے

یہ پیغمبر کہ جس کا نورانی قلب آخری وحی الہی کی پہلی منزل ہے صرف وحی اور کتاب سے متمسک ہے ،کجا دوسرے، کہ ان کا تنہا متمسک یہی کتاب اور اس کے حاشیہ میں سنت قطعیہ ہے

فقہ قرآناور اس میں تفقہ تمام معارف کو شامل ہےاور فقہ کی بنیاد اس کے احکام شرعی ، فقہ اکبر یعنی اصول ومعارف قرآنی ہیں

فقہ قرآن اپنے تمام ابعاد میں فقہ گویا ہے جو روشن بیانی اور روشن گری کی بلند ترین چوٹی پر ہے جس نے بیان رسا(حجت بالغہ)کے ساتھ مکلفین کے لئے بیان کیا ہے اور خود یہ روشن بیانی اعجاز اور روشن گوئی کی بلند ترین حد میں ہے جو اپنے فصاحت وبلاغت میں اپنے دوسرے اعجازی پہلو کی طرح دنیا میں موجود تمام ادبی زبانوں کی فصاحت وبلاغت یہاں تک کہ دوسری ربانی وحیوں سے بھی بلند وبالا اور بر تر ہے

اور بتعبیر مکرر قرآنی "عری مبین"روشن اور روشن کرنے والا ہے ،نیز"وکذالک انزلناہ کلما عربیا"[۹]کہ عر بی روشن و آشکار کے معنی میں ہے اور زبان عربی بھی اسی وجہ سے عربی ہے کہ آشکارا ترین زبان ہے اور اس

۹۔ رعد/۳۷

طرح بلند پایا قرآن کو روشن اور آشکارا نازل کیا کہ یہ "کلما عربیا"ہرگز ؟ میں مشکل بردار نہیں ہے کہ اپنے لغات وجملات ان کے سمجھنے میں ، علم و عقیدہ میں ، عمل میں اور تمام درجات ومراتب میں حقائق سے کوئی سلبی تصادم نہیں رکھتا ہے

اور حق۲۲ائق کی طرح نہایت سہل وآسان اور ہموار رہنمائی کرتا ہے کہ شائستہ وسزاوار ہے ،کیوں نہ ہو"قرآنا عربیا غیر ذی عوجا لعلھم یتقون"[۱۰]ہر طرح کی نا ہمواری اور کجی سے خالی ایک آشاکار اور روشن قرآن(اور بیان حقیقت کی راہ میں ہر طرح کی صداقت سے لبریز نازل کیا)شاید وہ(برائیوں اورانحراف سے)پرہیز کریں

اور اصولا قرآن کا بیان آشکارا و روشن مبنی پر استوار ہے ، اول یہ کہ آخری کتاب ربانی اور اللہ کی حجت بالغہ ہے کہ اگر اجمال و ابہام اس کے بیان میں ہو تو یہ خود اس کے احکام کی قبولیت کے آگے ایک عذر ہے اور خود جہالت ونا توانی یا خیانت ہے کہ حجت بالغہ الہی نابالغ اور نا رسا ہو !

اور دوسرے یہ ہے کہ قرآن خود آیت الہی اور قبولیت احکام کے لئے ایک زندہ وجاوید معجزہ ہے جو رہروان راہ حقیقت کے لئے مانند خورشید روشن ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کو "ھذا بیان للناس"[۱۱] "تبیانا لکل شئی"[۱۲]سے تعبیر کیا گیا ہے کہ متعدد آیات مختلف الفاظ وکلمات میں اس کو روشن بیان اور روشن گرائی کے عنوان سے پہچنوایا ہے اور اس کے پنہاں کرنے والوں کی سرزنش کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰبعد ما بیناہ للنا فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم الاعنون"[۱۳]جو لوگ پوشیدہ کرتے ہیں ہماری نازل کردہ آیات روشن اور ہدایت کو اس کے بعد کہ ہم نے کتاب (قرآن)میں لوگونکے لئے اس کو آشکار کیا ہے ، ان خدا اور تمام لعنت بھیجنے والے لعنت بھیجتے ہیں

۱۰۔ زمر/۲۸
۱۱۔ آل عمران/۱۳۸
۱۲۔ نحل/۸۹
۱۳۔ بقرہ/۱۵۹

قرآن کا "ظنی الدلالۃ"ہو نے کا نغمہ جو قرآن کو تاریک اور ظنی کہتا ہے دوسرے ان تمام پردوں کی طرح ججو عالما سلام کے اندر اور باہر سے اس کے حقائق پر ڈالا جاتا ہے ، مورد لعنت خدا وندی ہے

قرآن کا سمجنا اور اس سے نتیجہ گیری کرنا ، بالخصوص آیات احکام اور اس کے فقہ اصغر سے ، ظاہری نکتی نگاہ سے تنہالغت اور قواعد عربی کے شائست علم کی مرہون منت ہے کہ اس کی بھی لغت اور ادبیات قرآن کے مبنا پر بنیاد رکھنا چاہیئے ، اور اس کے بعد ان تمام آیات کو مد نظر رکھا جائے جو پورے قرآن میں مد نظر آیات کے بارے میں موجود ہیں اور یہ کام کسی تحمیل لغوی ، ادبی ، فلسفی،فقہی ،اصولیاور دوسرے علوم بشری کے بغیر ہو

خلاصہ کلام تمام داخلی اور خارجی اسباب و عوامل معانی قرآنی کی شناخت کی راہ میں اجنبی وبیگانہ ہیں اور آخر میں اس مستقیم قرآنی فہم کو تمام معانی قرآنی کی جستجو اور تلاش کرنے والوں کی ہم فکری میں قرار دنیا کہ نتیجہ میں قرآن کی عصمت اور اسکی دلالت کی عصمت اور اس کے مراد تک پہنچنے کی عصمت اور جو کچھ خود اخذ کیا ہے اس کے بارے میں عصمت مشاورت نور علی نور ہے ، اور معصومین کے شانہ بشانہ اس کے معانی حاصل ہونگے کہ اگر تھوڑا سا اختلاف بھی ہے تو وہ اختلاف قرآن کی طرف رجوع کر نے والوں کے غیر معصومانہ استنباط کے نتیجے میں ہے اور بس اس معنی میں کہ قرآن کا دلالت قرآنی کی راہ میں درسے ادراک نہیں کیا ہے

قرآن سے سنت کی برخورد بھی اس معنی میں نہیں ہے کہاس کے ظنیات اور مبہمات کو بیان کرے بلکہ چونکہ بیشتر افراد کی استعداد نا رسا ہے یا معنی قرآنی کو سمجھنے کی راہ میں کامل جد وجہد نہیں کرتے اور حوصلہ سے کام نہیں لیتے بینان کی مدد کے لئے روایات منابع وحی سے صادر ہوئی ہیں کہ وہ تمام روایات بھی قرآن سے مستند ہیں نہ ادعا بدون دلیل اور دلالت لفظی سے خارج

آخر کار تنگ نظری ، داخلی اور ارجی بیگانہ اسباب اور تحقیق نادرست جو خطاؤں کے ہمراہ ہے ، قرآن کی دلالت پر ان کے مستدل بیانات سے بر طرف ہو جا تی ہے

مثلا زرارہ جو سنیوں کے مقابلے میں وجو کے باب میں سر کےبعض حصہ کے مسح کی دلیل کے بارے میں سر گرداں ہیں حضرت صادق(ع)کی رہنمائی (لحکان الباء)کے ذریعہ سنیوں کے مقابلہ میں بخوبی استقامت کرتے ہیں کہ"وامسحوا بروؤسکم "باء تبعیض کی مدد سے سر کے بعض حصہ کے مسح کو واجب جانتے ہیں نہ تمام سر کو یا اس کے دھونے کو اور اسی وجہ سے پیروں کے مسح کے بارے میں"وارجلکم الی الکعبین"چونکہیہ تبعیض نہیں ہے اور "ارجلکم"منصوب ہے ، ضروری ہے کہ پیروں کے اوپر کا پورا حصہ اولین بلندی تک مسح کیا جا ئے کہ یہاں پر سنیوں کے فتوے کے بر خلاف دو جہت میں اور اسکے بعد بہت سارے فقہائے شیعہ کے بر خلاف ایک جہت میں ، قرآن نے حکم الہی کو بخوبی بیان کیا ہے

منجملہ احکام خدا کے بیان میں ائمہ معصومینکا ارشاد یہ ہے کہ ہم نے جس حکم کو بھی بیان کیا ہے ہم سے دریافت کرو کہ ہم نے اس حکم کو بیان کر نے میں کس آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے اور یہاں پر مقصود قرآن کی آیات دالہ ہیں نہ حروف رمزی جو ائمہ معصومین کے لئے قابل استناد دلالتی نہیں ہیں

خلاصہ کلی طور پر ظواہر آیات قرآنی اور بر خورد روایات میں کسی نکتہ کی روشنگری کہ مثلا کسی آیت میں تاریک ہو موجود نہیں ہے بلکہ یہ خودقرآن سے بعض نا درست تاریک بر خورد کا نتیجہ ہے جس سے نادرست معنی حاصل ہو تے ہیں

البتہ بعض فرعی احکام ہیں جوقرآن میں بیان نہیں ہو ئے ہیں اور سنت قطعیہ سے حاصل ہو تے ہیں، جیسے نماز ہاے یومیہ کی تعداد اور کیفیت اور چند دوسرے احکام جو بعنوان"اطیعوا الرسول " لازم ہے کہ قبول کئے جائیں

اور اس کا مبنی بھی قرآن کے رمزی حروف ہیں، لیکن اگر قطعی نہ ہو ں ہرگز قابل قبول نہیں ہیں کیونکہ:"ان الظن لا یغنی من الحق شیئا "[۱۴]ظن و گمان ہرگز کسی چیز کو حق سے بے نیاز نہیں کرتے بالخصوص "لا تقف ما لیس لک بہ علم"[۱۵]جس چیز کا علم نہیں رکھتے ہو ہرگز کی پیہروی نہیں کرو

یہ بات احکام فرعی کے بیان کے بعد آئی ہے نتیجہ کے طور پر اسلام کے اصلی احکام کی طرح فرعی احکام کا قبول کرنا بھی علم واطمینان کے بغیر "محرمات قطعیہ "سے ہے

چناچہ باب علم (فقہاء کے ایک گروہ کے قول کے بر خلاف)طالبنان علوم اسلامی کے لئے بندنہیں ہے بلکہ قرآن کے اعتبار سے طالبان علم کے لئے علم کا راستہ کھلا ہوا ہے اور اسلام کلیۃ ایسا علم ہے جو یا تو قرآن میں یا سنت قطعیہ میں بوضوح بیان روز ذکر ہوا ہے

اگر احکام الہی میں سے کو ئی حکم (کہ کلیۃ حجت بالغہ ہیں)متناقض اور متضاد احادیث سے مخلوط ہو جائےاسی طرح ہے کہ حق حدیث مشخص نہ ہو ، اور نتیجہ یہ ہو کہ حکم الہی کا اطمینان پیدا نہ ہو ، یہاں پر حتما قرآن میں محور اصلی ہے ذکر ہو یا حضرات معصومین اس کو مکرر بہت سارے روایوں کے ذریعہ بیان کریں کہ حدیث مخالف اس کے سامنے بے رنگیا کم رنگ ہو ، تاکہ حجت بالغہ الہی اپنی راہ بلوغ ورسائی کو طے کرے اور ہر صورت میں یہ حجت بالغہ الہی علم وقدرت ورحمت خداوندی کے مطابق لازم ہے کہ معصوم کے ذریعہ اور گزند سے دور اطمینان بخش طریقہ سے طالبان حق کے اختیار اور دسترس میں ہو تا کہ جس میں غش و کھوٹ ہو وہ سیاہ رو ہو جا ئے

خلاصہ کلام اس طرح کے معانی جو دلالت اور لفظی وعبارتی روشنگری کے مبنی پر ہیں معنی کے گوناگوں درجات کے مطابق عمومی اور سبکے لئے ہیں اور جو چیز کے لفظ میں ظاہری معنی کے تمام پہلوؤں سے اشارہ ولطیفہ

۱۴۔ نجم/۲۸
۱۵۔ بنی اسرائیل/۳۶

خارج ہے ، معصومین محمدی سے مخصوص ہے ، جس قرآن کے حروف مقطعہ رمزی کے معانی جیسے"قمر"اور قرآن کی حقیقی تا ویلات کہ حقائق اس کی انتہا ہیں جیسے ان احکام کی علت اور رمز جو قرآن میں ذکر نہیں ہوئے ہیں نیز ان کے نتائج وآثار جن کی وضاحت اور تفصیل و تشریح نہیں کی گئی ہے

امیر المومنین کی حدیث قرآن کے ان معانی پر دسیوں گواہونمیں سے ایک گواہ ہےکہ فرماتے ہیں "ان کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء علی العبارۃ والاشارۃ والاطائف والحقائق، فالعبارۃ للعوام والاشارۃللخواص واللطائف للاولیاء والحقائق للنبیاء"[١٦]

کتاب خدا چار چیزوں پر استوار ہے اول عبارت پر نہ کہ تنہا لفظ اس کے معنی سمجھے بغیر بلکہ عبارت کہ اس کی تعبیر پہلی فرصت میں ، یعنی اس کے سادہ معنی کہ لازم ہے سب کے لئے بصورت معنائے آشکار و روان مشخص ہو ں، اور اس وجہ سے عبارت کے بعد اشارہ ہے جس کا رتبہ عبارت کے بعد ہے ، نہ یہ کہ صرف لفظ کے بعد ،اور یہ اشارہ"خواص"کے لئے ہے کہ اس کے معنی کو سمجھنے کے بعد از کے اشارات معنوی سے بھی بہرہ مند ہیں اور اس کے بعد"لطائف"جس کا رتبہ اشارہ کے بعد ہے ، اور یہ اولیاء الہی کے لئے ہے اور آخر میں حقائق کا نمبر ہےجو اشارہ کے بعد ہے جو انبیاء سے مخصوص ہے س میں سب سے برتر خاتم الانبیاء ہں اور اس کے بعد ائمہ معصومین اور بعض انبیاء الہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین)جیسے حضرت عیسیٰ جو مطابق نص ابھی بھی زندہ ہیں ،حقائق کتاب پر آگاہ ہیں اور یہ چار مرحلہ توأم تکامل معنوی کے لئے بہم پیوستہ ہیں اور اس درمیان بجز تکامل کوئی اختلاف نہیں ہے اس بنیاد پر ہر بعد کا مرحلہ ما قبل سے اختلاف و تصادم کا جو دعویٰ کرتا ہے قابل قبول نہیں ہے

ان چاروں میں سے پہلا رتبہ لفظ وعبارت کے دائرہ میں ہے اور اس کے بعد اشارہ اسی لفظ کی بنیاد پر جو مزید دقت وتحقیق کا طلبگار ہے ، اور اس

١٦۔ سفیۃ البحار۔عن امیر المومنین

کے بعد لطائف مزید باریک بینی کہ اس کی بنیاد بھی اشارہ پر ہے دور آخر میں حقائق کے حدودالفاظ سے باہر ہیں گر چہ خود مخصوص وحی والہام ہے جو تاویل قرآن کو شامل ہے ، اور یہ تاویل بھی جو کہا جا تا ہے اس کے بر خلاف، ظاہر لفظ کے خلاف معنی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اول اور برگشت کے معنی میں ہےکہ جس کی بر گشت قرآن کے آغاز کی طرف ہو تی ہے جو مبدأ حکمت عالیہ کے مبنی پر صادر ہو ئی ہے نیز حالت فصلی اور بعدی کی طرف برگشت ہے جو ا سکا علمی وعملی نتیجہ ہے ، اور اسی طرح قرآن کے رمزی حروف کا مقصود جو مقولہ لغت وکلام سے خارج ہے

اب ہم "فقہ گویا"کی مختصر تشریح میں قرآنی شناخت کی اولین مرحلے کے بارے میں جو "عبارت"سے عبارت ہے گفتگو کررہے ہیں

قرآن اس قدر اتقان بیان اور روشنائی سے بہرہ مند ہے کہ خورشید کی طرح تمما تاریکیوں کو روشن کرتا ہے اور احادیث اور دوسرے اقوال کے درستی و نا درستی ، صحت و عدم صحت کے لئے معیار ومیزان ہے ، چنانچہ یہ بات مکرر پیغمبر اور ائمہ معصومین نے بیان فرمائی ہے

صحیح ہے کہ قرآ ن کی فصیح و بلیغ آیات بہت پر مغز ہے ، یہاں تک کہ ابتدائی مطالب کو معلوم کر نے کے لئے تدبر وتفکر کی ضرورت ہے لیکن ا سکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اجمال یا اہمال یا کو تاہ بیانی درکار ہے ، بلکہ کبھی ایک لغت سے چند معنی قرآن اخبار و مجلہ نہں ہے کہ ااسمراد کئے گئے ہیں اور ایک جملہ سے کئی جملہ مقصود ہیں مثلا کلمہ قروء کو قرء کی جمع ہے حیض وطہر دونوں معنی کو شامل ہےاور لفظ مشابہ کہ چودہ معانی پر مشتمل ہے ان سب کو شامل ہے اور اسی طرح دوسرے الفاظ

قرآن اخبار اور مجلہ نہیں ہے کہ اس کے معنی کو سمجھنے کے لئے تفکر وتدبر اور تحقیق کی ضرورت نہ ہو بلکہ اپنے پرمگز بیان میں اپنے معنی کو طلبگاروں کو تفکر وتدبر اور جد وجہد کی دعوت دیتا ہے اگر چہ اپنے

ابتدائی معنی میں مکلف کو معرفت کی پہلی منزل میں جو چیز لازم ہے اس سے آشنا کرتا ہے

لغات قرآن دوسرے لغات کی طرھ مرور زمانے سے نشیب وفراز سے ہمکنار تھے اور ہے لیکن اس کے معنی کو سمجھنے کا صحیح اور شائستہ راستہ زمان نزول کے معنی کی تحقیق ہے کہ اس وقت اس کے کیا معنی تھے اور اس وقت بھی وہی معنی مراد ہو ں ، نہ یہ کہ دوسرے نشیب وفراز کے تئیس اس کے معنی ہوں ، مثلا "مکروہ"اصطلاح لغوی قرآن میں زیادہ حرمت کے معنی میں ہے جیساکہ"کل ذالک کان سیئہ عند ربک مکروھا"[17]آدم کشی، تبذیر، زنا، شرک،اکل مال یتیم،اور غیر علم کی پیروی جیسے شدید محرمات کے بعد آیا ہے جیسا کہ عبادت خدا اور والدین کا احترام جیسے واجبات کا بھی ذکر ہے اور ان سب چیزوں کے بعد برائیاں خواہ فعل ہوں یا ترک ہوں ، پروردگار کے نزدیک ہمیشہ مکروہ تھیں کہ طبیعی ہے حرمت شدید واکید ہے اور اسی طرح آیت"وما ینبغی للرحمن ان یتخذا ولدا"[18]میں خدا کے لئے انتخاب فرزند کو ما ینبغی اور محال جا نا ہے

یہ "فقہ گویا"کے حوالہ سے ایک مختصر نوٹ ہے کہ ہرگز کجی کوتاہی اور کوئی نقصان اسکے بیان میں نہیں ہے اور کسی بھی زمان ومکان یاشرائط میں مکلفین سے متعلق ضرورتوں کے بیان سے عاجز اور ناتوان نہیں ہے اور جس طرح علمی ترقی مرور زمانہ سے خورشید کی تابانی اور حرارت میں کوئی نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کا کمال اور اس کی ضرورت زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے یہ قرآن کی معرفت کا سورج بھی ہمیشہ عقل وعلم کا امام و پیشوا ہے اور عقل وعلم کی ترقی اس کی ضرورت کو مزید آشکارا اور روشن کرتی ہے

۱۷۔ بنی اسرائیل/۳۸
۱۸۔ مریم/۹۲

فقہ سنتی کی نقد و تحقیق:

"فقہ سنتی"کہ جس کا فقہ فقہ اکبر واصغر دونو ں کو شامل ہے ، یہاں پر سنت سے مقصود سنت رسول اللہ کہ قرآن کے بعد اور حاشیہ قرآن میں اسلام کا قطعی مستند ہے ، نہیں ہے بلکہ بعد والے چند کو چھوڑ کر علماء اسلام کی عادی روش مراد ہے

اس فقہ میں کلا عادت ہو گئی ہے کہ قرآن حتی علوم اسلامی کے حاشیہ میں بھی چندان نہ ہو متن تو دور کی بات ہے ، جب کہ حقیقت یہ کہ تمام مذاہب اسلامی میں دلیل اور مرجع اول ہے اور اس کے حاشیہ میں سنت ، کہ شیعوں نے عقل، اجماع، سیرہ، شہرتاور خبر واحد ظنی کا اضافہ کیا ہے اور سنیوں نے قیاس ، استحسان اوراستصلاح کا ادلہ دینی کا اضافہ کیا ہے لیکن عملا روایت یا اجماع یا شہرت وغیرہ ظاہری حتی نص قرآن پر صد فی صد مقدم ہو تی ہے اور نتیجہ یہ ہو تا ہے کہ مختلف زمانوں میں نہیں بلکہ ایک ہی زمانہ اور دور میں اصول وفروع دونوں میں اسلامی آراء و نظریات میں تضاد و تناقض کی بھرمار ہو تی ہے

اسی نا اصل اصل کی وجہ سے جس کا پیغمبر کے دور سے مسلمانوں کے درمیان آغاز ہوا تھا حضرت نے منی کے مشہور خطبہ میں فرمایا:"لقد کثرعلی ؟ فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار فما جاءکم عنی من حدیث یوافق کتاب اللہ فانا قلتہ وما جاءکم من حدیث یخالف کتاب اللہ فلم اقلہ"بتحقیق مجھ پر افتراء پردازی کرنے والوں کی کثرت ہے اوراس میں روز افزون اضافہ ہی ہوگا ،لہزا جو شخص میری طرف کسی جھوٹ کی نسبت دے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ،نتیجتا اگر کوئی حدیث مجھ سے نقل ہو کہ موافق قرآن ہے میں نے اس کو کہا ہے اور اگر وکئی حدیث مجھ سے نقل ہو کہ مخالف قرآن ہو وہ میری حدیث نہیں ہے ایسی آیات وروایات متواتر کی کثرت ہے جو کتاب خدا کے معیار پر روایات کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کی بات کہتی ہیں جن کی طرف فقہ گویا میں اشارہ ہوا ہے لیکن ان فقہاء اور شریعتمداروں نے قرآن پر

ظنی الدلالۃ [۱۹]ہونے کا لیبل لگا لر شریعت کے علم کے راستے کو مسدود کر دیا ہےاور اس کے بعد قرآن کے معنی کو بیان کرنے کے لئے صرف حدیث جس کی سند اور دلالت کا ظنی ہو نا بہت زیادہ ہے ، قرآن فہمی کا ذریعہ جانا ہے

جائے حیرت ہے! فصاحت وبلاغت وحیانی قرآن میں یہ کون سا اعجاز عالی ہے کہ ظنی ہے ! لیکن دوسروں کے اقوال جو عقل اور روشنگری کے مبنی پر عادی اور غیر مطلق ہیں قطعی ہیں

ہم نے اسلامی تاریخ میں کفار ومعارضین قرآن کے درمیان بھی ایسی فکر نہ سنی ہے نہی دیکھی ہے، یہ لیبل قداست قرآن کے عنوان لگایا گیا ہےاور اسلامی معاشرہ میں جس نے این ثابت رنگ اختیار کیا ہے، یہاں تک کہ امیر المومنین کی طرف اس طرح کی نسبت دی گئی ہے کہ ابن عباس سے فر مایا ہے:"لا تحاجهم بالقرآن فانہ حما ذو وجوہ"قرآن کے ذریعہ ان سے(خوارج)بحث نہ کرو کیونکہ قرآن میں بہت سارے احتملات ہیں

اور یہ بسا اوقات کہتے ہیں: چونکہ آیات قرآن گوناگوں احتمالات اور آراء و نشریات کی حامل ہے لہذا ان سے قاطع اور قانع کندہ استدلال نہیں کیا جا سکتا ، بناء بر این ون سے مبنی سے مخالفین سے روبرو احتجاج واستدلال کریں ؟

جواب میں خود قرآنخود کو حضت بالغہ"بیانا للناس"یگانہ برہان ربانی اور تمام دین کی بہرین دلیل جانت اہے اور متعدد وگوناگوں احتمالات قرآن کے لئے کوئی نقص نہیں ہے کیونکہ جو چیز مراد الہی نہیں ہے خورشید کی طرح خود آیات مورد بحث یا دوسری آیتیوں سے نمایاں ہے

اور دوسرے احتمالات لفظ یا ا سکے معنی کے بر خلاف ہیں، اگر صرف گوناگوں احتمالات ،متفاوت اقتصاد نظریات قرآن کو دلالت وحجیت روشن سے ساقط کردیں اور گرا دیں ، وجود خدا، اصل اعجاز قران اور رسالت انبیاء الہی

۱۹۔ ایک اصطلاح ہے جو کہ حوزہ علمیہ میں رائک اصول فقہ سنتی میں قرآن سے منسوب کی جاتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ دلالت معانی لغات قرآن ظن وگمان کی حد میں ہے نتیجہ میں لغت قرآن کے معنی کا علم حاصل نہیں ہوتا سوائے حدیث کے بیان کے کہ یہ خود دور مصرح ہے کیونکہ اہل بیت رسالت نے حدیث کی صحتاور عدم صحت کو معلوم کرنے کے لئے لوگوں کو قرآن کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے

کے وسیع نظریات اور کثرت اختلافات کا محل اور باعث ہے ضروری ہے کہ دلالت وحجیت سے ساقط ہو جا ئے

یہ خود قرآن کے کھلے امتیازات میں سے ایک امتیاز ہے کہ چند درست اور مقصود معنی کو بسااوقات ایک لغت یا ایک جملہ میں گوشزد کرتا ہے یعنی اصطلاح میں "لفظ کا یک سے زیادہ معنی میں استعمال"جب کہ بہت سارے علماء سنتی(اصول)اس کو محال جانتے ہیناور فہم قرآن وسنت کے لئے خود ایک حجاب قرار دیا ہے

با وجدیکہ مقام "جمع الجمع"ربانی اصل میں اور پیغمبر اور تمام معصومین کے لئے لغات ربانی فرع میں مسلمات میں سے ہے ،مثلا اکلوتی آیت جو عدہ طلاق کو تعیین کرتی ہے آیت"والمطلقات یتربصن ثلاثۃ قروء "[۲۰]جو جز مجملات قرار دی گئی ہے اور اس کو چھوڑ کر حدیث یا شہرت یا اجماع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے فتاوی میں تضاد میں مبتلا ہوتے ہیں

جب کہ معنای قرء کا دوگانہ ہو نا حیض و طہارت کے دو گانہ ہو کو بیان کر تا ہے اور اگر ان میں سے ایک مراد ہو تا تو مقتضای فصاحت معمولی یہ ہو تا ہے کہ اس سے مخصوصلفظ"حیض"یا طہارت اس اکلوتی آیت میں آتا، لہذا یہاں پر حیض وطہارے دونوں مراد ہینکہ تین حیض اور تین طہر ہے اور طہر اول وہی طہر غیر مواقعہ (ہمبستری)ہے کہ خود شرائط صحت طلاق میں سے ہے

اصول اعلم اصول بالخصوص علم اصول میں "مباحث الفاظ"کی بحث نہ صرف یہ کہ فقاھت کے لئے بالکل سود مند نہیں ہے بلکہ ہم کےکتاب وسنت کی راہ میں خود مانع شرعی وعلمی ہے جیسا کہ ہم نے کتاب"الاصول الاستنباط بین الکتاب السنۃ"میں بیان کیا ہے

انہوں نے قرآن کو کلا ملاکر "ظنی الدلالۃ"یا"مجمل"اور آخر کار بیان حدیثکا محتاج جانا ہے جب کہ صورتحال بالکل بر عکس ہے کہ نہ صرف قرآن

۲۰۔ بقرہ/۲۲۸

حدیث کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے ، اور جب تک کوئی مطلب قرآن میں ہمارے لئے روشن ہو اس حدیث کے سلسلہ میں حدیث سے تمسک نا درست ہے مگر اس صورت میں کہ اس بارے میں قرآن میں کوئی نفی و اثبات موجود نہ ہو اور سنت قطعیہ معانی وحیانی حروفرمزی کے مبنی پر اس کی نفی یا اس کا اثبات کرے حدیث رجال بند، خبر واحد، متضاد،احتمال جعل، احتمال تقیہ، نقل بالمعنی ، تقطیع، احتمال نسخ بالقرآن جیسے ابتلائات ست دو چار نہیں ہے یہاں تک کہ ظنی ہو نے کا بھی اس میں احتمال نہیں ہے لیکن قرآن ان میں سے کسی ایک مانع سے بھی دوچار نہیں ہے اور دلالت بھی اس کے تمام پہلوؤں کی طرح بزرگترین معجزہ الہی ہے اور اس کے فہم کی راہ بھی نہایت ہموار اور روشن ہے

اور اگر اصالت حدیث کے ساتھ ہوتی تو ضرور طالب حق زیادہ وقت صرف کر کے ایسی حالت میں پہنچتا کہ ہمیشہ "احوط"و "اقویٰ""قید تردد"اورتضاد وغیرہ میں مبتلا نہ ہو

لیکن قرآن کی اصالت کے ہمراہ جہاں وقت بھی کم لگتا ہےوہیں اس کم وقت میں قرآن بہت روشن حقائق طالبان حق وحقیقت کے لئے روشن تر ہوتے ہیں"ببین تفاوت رہ از کجا تاکجا "

انہون نے دو حجت بالغہ قرآن و سنت میں دوسرے ادلہ جیسے"عقل""اجماع، شہرت ، سیرہ، اور خبر واحدغیر قطعی یا قیاس،استحاسان اور استصلاح کا اضافہ کیا اور نہ صرف یہ کہ ان کو اصالت دہی قرآن کو یہاں تک اس کے نصوص میں علیحدہ کردیا

اگر نص قرآن ،شہرت یا اجماع کے برخلاف ہو جیسے عورت کا اپنے شوہر کے تمام اموال ست میراث پانا، اور شیر خوارگی میں مادر اور خواہر رضاعی سے حرمت کا مخصوص ہونا ، اور حج کا وجوب ان لوگوں کے لئے جو پیادہ روی کی توانائی رکھتے ہیں ، اور دوسرے صدیوں موارد ، نص یا قرآن کے مستقر اور پائدار ظاہر کی اپنی اصطلاح میں تاویل کرتے ہیناور

اصلی محور کو علیحدہ رکھتے ہوئے ، شہرت یا اجماع منقول یا مستند اور بسا اوقات ضرورت فتوائی یا روایت کو مقدم جانتے ہیں

"فقہ سنتی"نے کئی صدیوں میں ایسا کام کیا ہے کہ قرآن اصولا اسلامی معاشرہ میں نہ یہ کہ حضور شائستہ سے محروم ہے بلکہ بالکل ہی بے رنگ یا کم رنگ ہے اور اگر فقہ سنتی کے وہ نمونے جو نص یا ظاہر قرآن کے مخالف ہیں نیز متضاد ومتناقضا ہیں اور حس وعقل وفطرت اور عدالت کے بر خلاف ہیں دنیا والوں کے سامنے پیشکئے جائیں تو مسلمانوں کو مرددیا کافر اور کفار کو کافر تر اور اپنے کفر میں استوارتر کرتے ہیں اور اس کے برعکس فقہ گویا جو کتاب وسنت کے حصر پر ہے شہرت اجماعات اور آراء ونظریات میں تقیہ کے بغیر روشن طریقے سے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جائے تو خود حقانیت پر بہترین دلیل ہے (ببین تفاوت ره از کجا تاکجا)

ان کے اگر اپنے مبانی کے تحت کچھ نظریات ہینجو بسا اوقات حس یا علم یا عقل کے بر خلاف ہینتو یہ اس پتر تعبد کا لیبل لگا کر اس کی تصحیح کرتےہینجب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے دین کو عقل وفطرت اور علم کے معیار قبول کیا ہے لہذا کس طرح ممکن ہے یہ دین جو عقل وفطرت اور علم سے سازگار ہے خود انہیں سے تضاد رکھتا ہویہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ ہوائی جہاز خود اپنے اترنے کی جگہ پر بمباری کرے

جس طرح کے پیغمبر گرامی اسلام اور آپ کے ائمہ معصومین (ع)نے حجت بالغہ قرآن سےتمام خرافات سے جنگ اور ان کا مقابلہ کیا ہے حقیقی شریعتمدارونکا وظیفہ بھی یہ ہے کہ وہ اسلام کو خرافات سے اور ہر غیر اسلامی یا ضد اسلامی چیزوں سے نجات دیں حدیث کی کتابوں اور ان کے نظریات کو کتاب وسنت قطعیہ کے معیار پر تولیں اور جانچیں اور پرکھیں تاکہ تا کہ اس میں کھوٹ اور ملاوٹ کر نے والا رو سیاہ ہو کتاب غوص فی البحار میں ہم نے سنی اور شیعہ کی ۱۸۰ کتابوں پر قرآن کے مبنی کے تحت نقد وتبصرہ کیا ہے

یہ لوگ بہت سارے داخلی اور خارجی عوامل واسباب کو فہم قرآن میں دخالت شرعی اور علمی دیتے ہیں کہ علم اصول، فلسفہ، عرفان، منطق اور فقہ سنتی کو غیر قرآنی مبانی پر استوار کیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے بہت سارے داخلی عوامل واسباب کو قرآن کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیناور اس مبنی پر قرآن کے معنی کرتے ہیں کہ تضاد اور تناقض آراء کے علاوہ جو تمام ؟ کے معیار پر رکھتے ہیں جیسا کہ شمار کیا ، اگر ایک نظر قرآن پر ڈالیں تو گوناگوں نتائج انہیں حاصل ہوں گے کہ جسکا نتیجہ"کلمات بعضھا فوق بعض"ہے لیکن فقہ گویا قرآن وسنت کے درست معیار پر"نور علی نور " ہے اور دنیا کو نورانی کرتا ہے

تفسیر بالرای جس کی بہت مذمت کی گئی ہے اس معنی میں ہے کہ غیر ربانی داخلی اور خارجی ساختگی عوامل واسباب قرآن پر تحمیل رای کا موجب ہوں کہ یا بر خلاف نص ہیں یا برخلاف ظاہر ہیں یا کم ازکم قرآن اس کے نفی واثبات کے سلسلہ میں ساکت ہو اور سنت قطعیہ نے بھی اس کو ثابت نہ کیا ہو

لیکن قرآن کی قرآن سے تفسیر ، اور صحیح لغت اور ادبیات ، تفکر صحیح اور آخر میں مشورت شائستہ کے ذریعہ قرآن کی درست اور ہموار تفسیر ہے

ان شریعتمداروں سے جو عقل اور اجماع کو ادلہ شرعیہ کے شمار میں ذکر کرتے ہینان سے پوچھنا چاہئیے کہ آپ کیی مراد جعل میں عقل واجماع کی دخالت ہے یا کشف وحکم شرعی میں عقل واجماع کی ضرورت ہے ؟ کہ ہرگز!

کیونکہ خود رسول اللہ جو رئیس العلماء ووالعقلاء ہینان کو بھی یہ حق حاصل نہیں تھا اور اس بات کی شاہد یہ آیت ہے"وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ"[۲۱]

بلکہ مراد یہ ہے کہ علم ضروری اور عقل شائستہ کے مرکب پر سوار ہو کر اور اس کو بروی کار لاکر مرادات الہی کو کتاب وسنت سے سمجھنا چاہیئے

۲۱۔ نجم/۴

جو خود حکم الہی کو دریافت کر نے کا ذریعہ ہے وگر نہ اس صورت میں لغت اور ادبیات کو بھی ادلہ شرعیہ شمار کر نا پڑے گا کشف حکم شرعی بھی یا کتاب وسنت کی روش دلیل کی راہ سے کہ یہ خود مورد امر ہے یا ان دونوں کے علاوہ ہے کہ ہرگز عقل بغیر ان دونونکے وسیلہ کے حکم خدا کو کشف نہیں کر سکتی اور اس وقت جیسا کہ گزرا کتاب وسنت کا حجت بالغہ ہونا اس معنی میں ہے کہ خود کفا ہیں اور تنہا لغت اور ادبیات لفظی کی راہ سے اور تفکر معنوی کے راستے سے بخوبی احکام الہی کو کسی کجی اور دغدغہ کے بغیر سمجھا جا سکتا ہے

اس اصل کی بنیا پر تنہا دلیل اسلام قرآن ہے اور اس کے پہلو میں سنے اور اس کے علاوہ ھیچ وپوچکہ یہی ھیچ وپوچ ان کے نزدیک سب کچھ ہے اور کتاب خدا اس کے مقابلہ میں ناچیز و ھیچ ہے

یہاں پر ایک کلی سوال در پیش ہے کہ کس طرح اسلام کے شریعتمداروں نے ناموس بزرگ الہی یعنی قرآن کو علیحدہ کردیا ہے اور اپنے اپنے نظریات کے مطابق روایات اور شہرت اور اجماع سے اپنا دل بہلاتے ہیں،کہ اگر کوئی جواب بھی نہ ہو ، کیونکہ اس سوال کے حوالہ سے ہمارے جوابکے لئے کوئی وکالت نہیں ہے کہنا چاہیئے کہ روشن بینوں اور طالبان حق و حقیقت کے سامنے دو ہی راستے ہینیا مشہور کے نظریات کی پیروی یا نص وظاہر قرآن کی پیروی اور اگر خود اس طرح کی تشخیص کی صلاحیت نہین رکھتے ہینتو ایسوں کی پیروی کریں جنھوں نے رسالت اسلامی کی سند اصلی یعنی قرآن اور سنت قطعیہ کو اپنا مستند قرار دیا ہے

ان میں سے ایک گروہ نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق اور ایہ کہ ان کا علمی وقار مجروح نہ ہو تقیہ کا لیبل لگا کر سکوت اختیار کیا اور گفتگو کے وقت اعتراف کرتے ہینکہ قرآن بہت ہی غریب اور دور افتادہ ہے لیکن صد حیف کہ اس کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہیں، ایسی صورت میں لازم ہے کہ صرف ایک پلو پر غور کیا جا ئےاور جیسا کہ پیغمبر اسلام نے تمام مشرکین کے سامنے یکتا پرستی کا پرچم بلند کیا اور ان کے سامنے ایستادگی کی اور شرک

کی بنیاد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور قرآن جیسی حجت بالغہ کے ذریعہ جاہلیت اور خرافات کا قلع قمع کیا ، از باب

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃلمن کا یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا"[۲۲]

یقینا تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین پیروی اس شخص کے لئے کو اللہ اور روز آخرت کا عقیدہ رکھتا ہے اور خدا کو بکثرت یاد کرتا ہے

قرآن کے وسیلے سے آنحضرت کی سنت کی پیروی کر کے اسلام کے نورانی چہرہ سے ننگ وعار کے رنگ کوپاک کرنا چاہیئے کہ جو سامنے آئے بہتر سامنے آئے ، جیسا کہ اس حق جوئی اور حق گوئی کے نتیجے میں حضرت کو بے پناہ اذیتوں کا سامنا کرناپڑاسنت رسول اللہ کی پیروی کے بڑے سخت اور بھیانک نتیجے ہیں کہ حقیر نے بلطف خدا ان کا سامنا کیا ہےاور کر رہاہے اور بالخصوصشرعی چہروں کے سامنے ، جو شریعت کو بر عکس پیشکرتے ہیناور دین، قرآن، سنت اور قداست کے نام پر دوسرا کام کرتے ہیں

اسلامی معاشرے سے قرآن کی دوری بعض شریعتمداروں کی غلطی اور تقصیر ہے کہ قرآن کے دور افتادہ حقائق کے روشن ہو نے کے لئے کمر ہمت کسنی چاہیئے اور تمام راحت وآرام اور شریعتمداروں کی راہ سے زندگی گزارنے کو فراموش کرنا چاہیئے ، تہمت، جلاوطنی اور ان جیسی دوسری مصیبتوں کا خنداں پیشانی سے استقبال کرنا پڑے گا کہ یا اسلام اصیل کو قبول نہ کرو یا اسلام کی دلیل اصلی قرآن وسنت قطعیہ کی پیروی کرو

۲۲۔ احزاب /۲۱

(فقہ پویا پر نقد وتبصرہ)

اور نظریہ قبض وبسط اصول شریعت

فقہ پویا جس میں نظریات کی شکوفائیگوناگوں نتائج کی متقاضی ہے اور کسی حد تک فقہ سنتی کی پیدا وار ہے، اگر چہ غیر قرآنی مبانی سے بسا اوقات دور ہے لیکن شریعت سے اخذ کر نے میں داخلی اور خارجی اسباب وعوامل کے تاثیر ناگزیر تکرار سے تضاد وتناقضشریعت کا مسئلہ کھڑا ہوتا ہے

فقہ پویا کے طرفدار کہتے ہینجس طرح داخلی اور خارجی اسباب طبیعت سے علمی برداشت کر نے میں موثر ہیں اور مختلف نظریات کا موجب ہیں کہ مثلا پہلی سطحی نظر سنجی میں پانی کو ایک بسہیط مادہ جاناور جدید پیشترفتہ علمی نظریہ اس کو؟ کا مرکب جانتا ہے اسی طرح سے شریعت سے لوگوں کی برداشت مختلف ہے

یہاں پھر یہ کہنا چاہیئے کہ ان دونوں نظریوں میں پانی آخر پانی ہے اگر چہ اس کی ترکیبی صورت کے بارے مینمختلف نظریات ہینلیکن اس کے پانی ہونے میں کسی کو کوئی کلام نہینہے البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ احکام کسی حکومتوں کے حوالے سے علمی نظریات میں عمیق رو بہ افزائش ہے لیکن کسی صورت میں شریعت میں اصل واجب وحرام تغییر پذیر نہیں ہیں اور اگر داخلی اور خارجی اسباب وشریعت سے مختلف برداشت کا موجب ہوں تو یہ نظریات ہرگز درست نہیں ہیں کیونکہ یہ تفسیر بالرای ہے جیسے"اختلاف روایت"فہم روایت میں اختلاف ، شہرت، اجماع، مختلف اصولی قواعد اور دوسرے فقہ سنتی کے اسباب و وسائل ، کہ ہرگز نص یا ظاہر قرآن وسنت پر تحمیل کا موجب نہ ہو نا چاہیئے اور اسی طرح دوسرے علمی نظریات کے اختلاف کو حجت بالغہ شریعت کے اخذ کر نے میں موثر نہ ہو نا چاہیئے کہ نہ علم امروز وفردا ، نہ علم علماحکام کوقبض وبسط نہیں دیتا

علماء "فقہ سنتی"جو شریعت کے احکام کے استخراج کر نے میں اختلاف کا شکار ہوئے اس کی بنیاد وہی اولین اختلاف ہے

کیونکہ اول ادلہ متفاوت کو نظر میں رکھتے ہوئےدوسرے مثلا دلیل"حدیث"یا "اجماع"و شہرت کو جو خود بخود اختلاف انگیز تھیاور یہاں تک کہ ایک زمانے میں بھی بہت زیادہ اختلاف رکھتے ہیں قرآن کے پس پردہ مستند قرار دیا ہے باوجودیکہ علم روز کی پیشرفت کی بنیاد پر شریعت سے احکام استخراج کر نے میناختلاف بہت کم ہے

بناء بر این شریعت کے قبض وبسط کی تھیوری نہ"فقہ سنتی" کے معیار پر درست ہے کیونکہ ادلہ متعارض اور بسا اوقات ادلہ متناقض سے دو چار ہے اورنہ علم کے داخلی اور خارجی اسباب و عوامل کی تاثیر کی بنیاد پر ہے کیونکہ نصوص شریعت خود حجت بالغہ الہی اور "بیانا للناس"ہیں بالخصوص احکام فقہی میں کسی صورت میں اپنے اند اصلی دگرگونی کو قبول نہیں کرتے

اور یہ تنہا موضوعات احکام شرعت ہیں جو تربیر نا پذیر ہیں نہ خود شریعت اور اگر خود شرعیت داخلی اور خارجی اسباب کے تحت گوناگوں برداشت کے زیر اثر تفسیر پذیر ہو تو کہنا چاہیئے کہ تفسیر پذیری کے خود تضاد وتناقض ہے، طرفداران فقہ پویا اور شریعتمداروں کے سوء فہم کے ذمہ ہیں یا صاحؑ شریعت کے ذمہ ہیں ؟

آیا صاحب شریعتکو علم نہیں تھا یا قادر نہیں تھا یا خٰانت کی کہ اپنی اصلی مراد کو درست اور روشن طریقے سے بیان نہیں کیا کہ نتیجہ میں گوناگوں فہم کا مورد ہو؟یا اسولا شریعت مختلف فہم اور ادراک اور اخذ کے مطابق قابل دگرگونی اور تضاد ہے؟ اس مثلث میں تنہا کج فہمی اور شریعت سے غلط برداشت کا"ضلع"ہے جو تمام غلطیوں کا ذمہ دار ہے نہ اصل شریعت یا اس کا ناقص بیان

شریعت کی قبض وبسط کی تھیوری کے طرفداروں نے بھی مکرر اس حقیقتکا اعتراف کیا ہے کہ گوناگوں برداشت میں نقص مختلف داخلی اور خارجی اسباب وعوامل کی وجہ سے ہے

لیکن یہاں پر بھی طبیعتا یہ اعتراف کرتے ہں کہ یہ گوناگوں برداشت آٹو میٹک اور تقصیر سے خالی نہیں ہے کہ قابل تلافی نہ ہو کیونکہ اگر ایسی بات ناگزیر اور حتمی ہو تو قصور وکوتاہی حتمی اور ناقابل تفسیر سمجھی جائے گی ، اس کا مطلب فہم شریعت میں قصور مطلق ہے کہ یہبھی اصل شریعت کی تکلیف کے منافی ہے اور قرآن کی آیات کے معانی کے سمجھنے میں فہمکا اختلاف نا گزیر ہے طبعا وہی گوناگوں معانی مراد قرآن ہیں !

اولا کہنا چاہیئے کہ کیا خدا نے اس کتاب کے بیان وتبیین اور نور وحجت بالغہ میں تضاد کا ارادہ کیا ہے یا تضاد دہانی کا ارادہ کیا ہےس؟ مکلفین مجبور ہیں کہ مفروضات اور غلط یا غیر مطلق انتظارات کے زیر اثرمعانی متضاد سمجھیں کہ دونوں باتیں عقل سے دور ہینکجا ساحت اقدس وحی ربانی ، صرف تیسرا راستہ بچتا ہے کہ قرآن ست ناروا برداشت کر نے مینقصور وتقصیر فہم قرآن میں تضاد کا موجب ہے لیکن ان مفروضات یا غلط اور غیر مطلق انتظارات و توقعات کا دور کرنا بھی مکلفین کے لئے ممکن ہے ورنہ تکلیف مالایطاق وومحال ہے

خلاصہ یہ ہے کہ مکلفین کا ایک گروہ جو تحمیل وسائل اور قرآن سے معانی متضاد حاصل کرتا ہے ، نہ خدا اس حجت بالغہ میں کہ عقلانی نابالغوں نے جس کو نا بالغ کیا ہے!!

ہم کہ"فقہ سنتی"پر اعتراض کرتے ہیں"فقہ پویا" پر یہ اعتراض وارد ہے کہ استدلال کتاب وسنت سے مخصوص ہے اور داخلی اور خارجی اسباب و عوامل کے مطابق جو فہم وبرداشت میں اختلاف ہے اس سے اصل شرہعت میں دگرگونی نہیں ہے شریعت کے احکام کو سمجھنے کے لئے کو ئی درست اور یگانہ روستہ موجود ہے یا نہیں ؟

صحیح ہے کہ مادی علوم میں متضاد فہم و برداشت یا ترقی کے مطابق تکامل یہا داخلی اور خارجی اسباب و عوامل کا اختلاف موجود ہے لیکن کچھ ثابت اصول بھی ہیں جو ان تمام فہم و برداشت کا مبنی ہیں لیکن شریعت میں نہ صرف بعد غیر ظاہرنی میں ، یعنی اصلی وفرعی احکام کی حکمتوں اور علتوں میں تکامل یا تضاد موجود ہے کہتضاد شریعت سے غلط برداشت کا نتیجہ ہے ، نہ کہ خود شریعت میں قصور ہے ، مکلفین کے لئے محور ہونے میں ، اور تکامل احکام کی حکمتوں کو سمجھنے مین درجات ومراتب کے مطابق ہے

خلاصہ احکام شریعت میں نہ ہرگز تغییر اصلی درکار ہے اور نہ گوناگوں برداشت تقصیر سے خالی ہے کہ اگر"شریعت معصوم"۔ معصومانہ ۔ سے بغیر کسی تحمیل کے برداشت ہو تمام اختلافات برطرف یا کم رنگ ہو جائیں گے ، بالخصوص اس برداشت میں شائستگی اور سنجیدگی کے ساتھ

کیا صاحب شریعت کی تبیی می قاصر یا مقصر یا جاھل یا خائن ہیں؟ یا شریعت سے برداشت کر نے والے ؟ جو احکام کو درست طریقت سے برداشت نہیں کرتے ، اور ان کے داخلی اور خارجی اسباب اس برداشت میں مختلف اور گوناگوں ہیں؟

کوئی شک نہیں ہے کہ شریعت اصل اور اپنے ابدی اور تمام بیان میں قصور یا تقصیر سے منزہ ہے ورنہ خدا کی شریعت نہیں ہے ، اور یہ شریعت سے برداشت کرنے والےایک گروہ کی کجروی ہے جو تضاد اور تنقض پر تمام ہوتی ہے اور شریعت کے قصد اصلی کے خلاف لے جاتی ہے

مثلا جو لوگ دریا میں غوطہ ور ہوتے ہیں، ان میں سے بعض کو تیرنا نہیں آتا لہذا غرق ہو جا تے ہیں، یہ دریا کی غلطی ہے یا نا لوگوں کی غلطی ہے جو تیرنا نہ جا نتے ہوئے خود کو دریا کے حوالہ کر دیتےہیں

شریعت خدا یک بحر بیکراں ہےجو آگاہ شناوری کر نے والونکے لئے صد فی صد نجات کی ضامن ہےکیونکہ عقل اور باطن مینفطرت سالم کے لحاظ

سے اور ل؛غت، جملات اور خارج میں علم درست کے لحاظ سے ، فہم قرآن وسنت کا شائستگی کے ساتھ مقرر کیا ہے

فقہ سنتی کے طرفداروں سے پوچھنا چاہیئے کہ کون سے داخلی اور خارجی اسباب ہیں جو "فرض"کتب اوراس کے مانند سے حتمی برداشت ع فہم کو عوض کرتے ہں یا"حرم"سے حرمیت و قیمت سلبی کو دگرگون کرتے ہیں

نیز فقہ پویا سے پوچھتے ہینیہکون سے عقل وعلم کے داخلی اور خارجی اسباب وہیں جو قرآن کی فصیحدلالت اور اس کے بلند معانی پر خدشہ وارد کرتے ہیں؟

البتہ موضوعات احکام میں قبض وبسط ہے لیکن احکام خدا اس قبض و بسط موضوعی کے زیر اثر اانقباط یا ابؤنبساط کو قبول نہیں کرتے ہیں

مثلا مطلق سفر معین کے باب میں جس کو روزہ کے حتمی موجبات افطار سے جانا گیا ہےیہاں صرف"عسر" و ضرر کے معیار کے تحت روزہ(وطن کی طرح)سفر میں حرامہوتا ہےکیونکہ پہلے زمانے میں جب "مسیرۃ یوم" ۲۴ گھنٹہ کا سفر بلکہ پورے ایک دن کا سفر تھا، نشیب وفراز اور سفر کی سختیاں روزہ دار کے لئے عسر ومشقت کا باعث تھیں اور آجکے چند گھنٹوں کا سفر بلکہ پورے ایک دن کا سفر ممکن ہے گھر سے کہیں زیادہ راحت وآرام کے ساتھطے ہو نہ صرف یہ کہ "عسر"نہیں رکھتا حرگ بھی نہیں رکھتا اور آیت" یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر "[٢٣] اسی طرح بے عسر وحرج والے سفر مینروزہ کی حتمیتکو بیان کرتی ہیں

اور اسی طرح مریض کو وضو اور غسل کے لئے ایک عذر مقرر کیا گیا ہے کہ " ان کنتم مرضیٰ او علی سفرفلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "[٢٤]موجودہ آیت میں سفر میں پانی نہ پانے کے عنوان سے"لم تجدوا"کا موضوع قرار دیا گیا ہے کیونکہ نوعا پہلے زمانےکے سفر مینبالخصوص حجاز میں پانی

۲۳۔ بقرہ/۱۸۵
۲٤۔ مائدہ /۶

کا قحط تھا ، کہ سفر ان دونوں مرد میں حکم افطار روزہاور تیمم کا موضوع ظاہری ہے ، کیونکہ " لایرید بکم العسر"روزہ میں اور" فلم تجدوا ماء" طہارت میں خصوصیت"عسر" اورپانی کے ملنے اور نہ ملنے کو موضوع حکم جانا ہے نہ خاصطور پر سفر جو بسا اوقات گھر اور وطن سے کہیں زیادہ اور پرسکون اور راحت وآرام سے بھرا ہے

اور آج کہ ہم سفر میں روزہ کو وطن کی طرح واجب جانتے ہیں یہ خود موضوع می بسط ہے کہ اس کے حکم میں

یا اگر "حرام"ہار جیت کے حوالہ سے ڈوڑنے، تیراندازی،شناوری اور اسب سواری کا مقابلہ مستثنیٰ ہے ، اس کی روشن وجہ یہ ہے کہ وسائل جنگی کو تقویت پہونچانے کا وجوب مذکورہ چیزوں میں ہار جیت کی حرمت سے زیادہ اہم ہے مثلا تیر اندازی جو پہلے زمانے مینتیر وکمان کے وسیلہ سے تھی اس وقت تمام اٹومیٹک اسلوحوں کو شامل ہےاوراسب سواری اس وقت تمام زمینی ہوائی اور دریائی مشینوں اور وسائل رفت وآمد کے مقابلہ کو شامل ہے کیونکہ"واعدوا ماستطعتمن قوۃ ومن رباط الخیل" [۲۵]تمام جنگی استعدادوں کو "من قوۃ " کے زیر پوزش قرار دیا ہے کہ یہ بھی موضوع میں بسط ہے نہ حکم میں

اور اگر" اوفوا العقود " زمانہ گذشتہ میں معین قراردادوں کو حاوی اور شامل تھا اس وقت کہ" عقد بیمہ" معمول ہے اس کے عقلائی ہو نے کی صورت میں ایمان کے مبنی پر مشمول " عقود "ہے یا "خیار مجلس " جو معمولی مجلس کو شامل تھا اس وقت حضوری مجلس ٹیلیگراف، ٹیلیفون اور اس کے مانند کو شامل ہے اور یہ بھی " بسط "مجلس خیر،مجلس مینہے

اور طواف خانہ خدا اور صفا ومروہ کے درمیان سعی میں کہ پیدل کی کوئی قید نہیں ہے ، اسوقتکے زمینی گاڑیوں یا ہوائی وسائل سے طواف کو انجام دیا جا سکتا ہے یہ خود موضوع طواف میں بسط ہے ، اور اگر گذشتہ میں بوئے

۲۵۔ سورہ/۶۰

جو بازار صفا ومروہ میں مشام میں پہونچتی تھیں مستشنیٰ تھی ،اوراس وقت اس کے در میان کوئی بازار نہیں ہے اوراس کے عطر کا استثناء بھی کوئی موضوع نہیں رکھتا کہ یہ انعدام موضوع ہے

اوراگر قربانی صمنی میں " وکلوا منھا و اطعموا البائس الفقیر " کے تحت عؤواجب تھی اس وقت کی قربانیوں بہت زیادہ ہناورفقراء جو منی میں اس قربانی سے استفادہ کر سکیںناچیز ہیں، یہ قربانی اب موضوعیت نہیں رکھتی ہے ، اور ایک دوسرے طریقہ سے فقراء اورمساکین کے لئے یہ مالی بذل وبخشش صورت پذیر ہوتی ہے ، نہ یہ لاکھوں اونٹ ، گائیں اور بھیڑ بکریا ں اس احاطہ میں قربانی کر کے دفن کر دی جا ئیں یا جلا دی جا ئینیا دین کے نام پر ایجاد تعصب اور بد ترین وحشیانہ اسراف عالما سلام کے لاکھوں بے نواؤں کے سامنے انجام پائےجیسا کہ کتاب حج میں مفصلا بیان کیا ہے

یا اگر گذشتہ میں مسجد لاحرام بہت مختصر اور چھوٹی ، موضوع حکم طواف اور نماز طواف تھی، اس وقت اس کے دس برابر ہو گئی ہے اور اس کے بعد بھی اور زیادہ وسیع ہو گی یہ بسط اور سعت وگشادگی موضوع مسجد الحرام سے متعلق ہےکہ اس کا حکم   اسی طرح تمام جدید محیط کو گذشتی کی طرح شامل ہے

اور اگر گذشتہ میں عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں اور اسی وجہ سے تعدد ازدواج اسوقت عادلانہ تھا ، کہ کود میدان عدالت میں ایک ورزش محبوب ہوتا تھا اس وقت اگر کسی اجتماع مینمرد اور عورتوں کی تعداد یکسان ہو یا مرد بہت زیادہ مسائل کی وجہی سے شادی سے محروم ہوں اور اسی طرح کے موانع موجود ہوں تعدد ازدواج ایسے حالات شرائط میں حرامہو گا نہ بطور مطلق کیونکہ قرآن میں تصریح ہے کہ :

" ان خفتم ال تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکمذالک اولیٰ الا تقولوا" [٢٦]اور اگر ڈرتے ہو کہ تعدد ازدواج کی وجہ سے عدالت نہ برت سکو گے یا متعدد

٢٦۔ نساء/٣

عورتوں کی نسبت، یا اس معاشرہ کی نسبت جس میں رہ رہے ہو اور مردوں اور عورتوں کی تعداد یکساں ہے ، یا خود اپنی نسبت کہ تعدد ازدواج کی صورت مینخود کا نقصان پہونچاؤگے ، ان تمام امور اور ان کے مانند میں" فواحدۃ "صرف ایک شادی پر اکتفاء کرو

" او ما ملکت ایمانکم " اگر ایک دائیمی عقد میں بھی عدالت نہ برت سکو گے دوسرا راستہ جیسے عقد منقطع کردیا ہے آخر میں کنوارا رہنا ہی اختیار کرو

اوراگر گذشتی زمانوں میں، زمینی ، ہوائی اور دریائی شکار محدود وسائل سے مخصوص تھا آج شکار کے وسائل میں کافی حد تک بسط وتوسیع ہوئی ہے جو نا کو حلال شکار کے زمرے میں لت آتی ہے

اور اسی طرح اونٹ کا نحر کرنا ،اور تمام حلال گوشت حیوانات کا ذبح کرنا ایک شخص اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا تھا آج جب کہ مشینی زندگی کا دور ہے ایک شخص یا کئی افراد حیوان کو اس طرح قبلہ رخ رکھیناور ایک مرتبہ بسم اللہ کہہ کر جو کسی بھی زبان میں ہو فشار دے کر برقی پلک کو آن کرکے سبکو ایک ساتھ نحر یا ذبح کردیں کہ یہ بھی موضوع "صید" " نحر" اور ذبح میں این بسط وتوسیع ہے نہ کہ ان کے احکام من آہنی آلات میں لوہے کی طرح ہر کاٹنے والی اور برندہ چیز وہی حکم رکھتی ہے

اوربہت قابل توجہ ہے کہ اس قبض وبسط یا انعدام موضوع حکم کی کتاب وسنت میں پیشبینی نہیں ہوئی ہےاور موضوعات احکام الہی کے خصوصیات بخوبی بیان ہوئی ہیناس طرح سے کہ رسول اللہ (ص)اور ائمہ معصومین (ع) تفسیر میں قرآن کے مفاہیم کی نسبت ، اسکے موضوعات بیشتر بیان ہوئے ہیں

اور مزید سمجھنے کے لئے موضوعات کے متعدد نمونوں کی طرف اشارہ ہوا ہےکہ جس کو معمولا نظر انداز کیا جا تا ہے ، مانند رزق روح کا علم ہے، اور نوعا عام لوگوں کیی نگاہ میں " ومما رزقناھم ینفقون "سے باہر ہے کیونکہ امام صادق(ع) فر ماتے ہیں: "ای مم لاھم نبئون"یا یبیثون، یعنی جوکچھ

بھی ہم نے ان کو تعلیم دیا ہے اس سے دوسروں کو آگاہ کرتے ہیں یا پھیلاتے ہیں، کہ یہاں پر پنہانی طور پر مصداقق اعلیٰ کے عنوان سے ذکر ہوا ہے

یا " فلینظر الانسان الی طعامہ " میں ارشاد ہوتا ہے " ای علمہ الذی یاخذہ عمن یاخذہ " انسان کے طعام سے مراد کہ جس کی صحیح تحقیق ہو نی چاہیئے طعام جسمانی سے برتر طریقہ سے ،علم شریعت ہے جس کو انسان سیکھتا ہے اور حاصل کرتا ہے یہ دیکھیئے کے کس سے حاصل کرتا ہے

یا آیت"اھد نا الصراط المستقیم "صراط مستقیم کے بارے میں بہت ساری روایت وارد ہوئی ہیں کہ یہ صراط وہی راہ علی ہے کہ یہاں پر مراد مصداق الہی اور درجہ سوم کا بیان ہے جو صراط رسول اللہ سے ملحق ہےاور خود پیغمبر بھی صراط اللہ کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں

با وجودیکہ" انک لمن المرسلین الی صراط مستقیم "[٢٧]آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراط مستقیم پر احاطہ رکھتے ہیناور خود حضرت علی اور ائمہ معصومین علیہم السلام آنحضرت کے صراط مستقیم پر گامزن تھے اور سب کے سب اپنے درجات ومراتب کے لحاظ سے قلب نماز میں کہ سورہ حمد ہے اللہ کے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی دعا کرتے ہیں جو ان کے بالفعل صراط مستقیم سے برتر ہے، البتہ نہ صراط اللہ کہ مخصوص خدا ہے بلکہ وہ صراط جسکوخدا نے بندوں کے لئے چاہا ہے

جیساکہ " وقل رب زدنی علما" پروردگار سے افزون تر علم ومعرفت کی دعا کرتے ہیں کہ یہ خطاب پیغمبر اکرم سے ہے کہ دوسرے بالجملہ پیغمبر اکرم(ص)اور ائمہ معصومین (ع)کی تفاسیر ہرگز قرآن پر تحمیل نہیں ہیں بلکہ تاریک دل والوں کے لئے روشنگری ہے جو قرآن کے کلی مفاہیم کو اپنے افکار میں محدود جانتے ہیں یا قبض وبسط کو اپنی جانب سے اس پر تحمیل کرتے ہینیا

٢٧۔ شعراء/۴

تدبر اور تفکر اور کاوش کے بغیر قرآن کو سمجھنے میں عجلت سے کام لیتے ہیں

خلاصہ ایسا نہیں ہے کہ مکلفین عالمان کے حجت بیان کو قرآن کے حجت بالغہ پر برتری دیں ، تاکہ اس کے بغیر کہ قرآن سے کہ بہترین برہان ہے استفادہ نہ کر سکیں کجا وہ مطالب جو آپ حضرات سے مروی ہیں جو جعل اور دوسری آفتوں میں گرفتار ہیں

فقہ بشری پر تحقیق اوراس پر نقد وتبصرہ:

فقہ گویا صد فیصد آغاز سے انجام تک اصل فروع اور دلالت ومدلول کے لحاظ سے ربانی ہے اور "فقہ سنتی "و " فقہ پویا" مرادات الہی کو پانے کے لئے اور ربانی ہونے اور خود روائی کا مجموعہ و مرکب ہے ،لیکن فقہ بشری جو بسا اوقات نہ تنہا معصومین کے لئے بلکہ فقہاء اور شریعتمداروں کے لئے بھی ولایت تشریعہ کا قائل ہے ، جو بنام اسلام ایک شرک ہے

قرآن اور اسکے پہلو میناسلام کی سنت قطعی تمام احکام ربانی کو تکوینی ہوں کہ تشریعیحضرت اقدس الہی منحصر جانتے ہیں کہ" ولو یشرک فیحکمہ احدا "[۲۸]وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا

۲۸۔ کہف/۲۶

یہ اس آیت اور اس کے مانند دوسری آیات نہ تنہا جعل حکم الہی میں مستقل دخالت کو ضروری جانتی ہیں بلکہ ایسے مقام کے انتخاب کو برگزیدگان الہی سے بھی سلب کرتی ہیں اور اگر خدا کسی حکم ربانی مینجو اس سے مخصوص ہے کسی کو اجازت دیدے یہ خود حکمربانی میں شریک قرار دینا ہے

اور اصولا حکم ربانی خواہ تشریعی خواہ تکوینیلا محدود علم ، قدرت اور حکمت ربانی کا لازمہ ہے کہ حضرت اقدس الہی سے مخصوص ہے اور ہرگز اعطائی نہیں ہے ،مگر کہا جا ئے کہ اصل ربوبیت بھی قابل اعطاء وبخشش ہے

اور اصولا رسول جو شریعت ربانی کا اولین پیغام لانے والا ہے ، صرف رسول اور نامہ رساں وحی ہے نہ رب یا رسالت وربوبیت کا مجموعہ کہ رسالت اعطائی ہے لیکن ربوبیت ہرگز اعطائی نہینہے آیات نے مختلف تعبیرات میں ایسے حکم کو حضرت حق تعالیٰ سے مخصوص قرار دیا ہے ان سے بعض کی توضیح دی جاتی ہے :

" ان الحکم الا للہ یقص الحق و ھو خیر الفاصلین"[۲۹] "الا لہ الحکم و ھو اسرع الحاسبین"[۳۰] "ان الحکم الا للہ امر لا تعبدوا الا ایاہ"[۳۱]

کہ حکمکا خدا می انحصار عبودیت کے خدا میں انحصار سے صد فیصد وابستہ ہے ، یعنی جس طرح سے عبودیت خدا میں منحصر ہے اسی طرح سے حکم بھی خدا میں منحصر ہے

"واصبر لحکم ربک فانک باعیننا"[۳۲]اپنے پروردگار کے حکم لئے صبر کرو کہ تم (محمد)ہماری نگاہوں کے سامنے ہو ، اور ہماری مکمل توجہ تم پے مرکوز ہے

۲۹۔ انعام/۵۱
۳۰۔ انعام/۶۲
۳۱یوسف/۴۰
۳۲۔ طور/۴۸

اور اگر رسول حکم ربانی میں مجاز ہو تے تو پھر حکم ربانی کی خاطر صبر کر نے کے کوئی معنی نہ ہوتے ، یقینا حکمربانی میں منحصر ہیں لیکن حکم رسالتی خدا کے تمام رسولوں کے لئے ان کے درجات ومراتب کے لحاظ سے حتمی ہے اور دوسرے الفاظ میں حکم شرعی نہ حکم تشریعی کہ:

"اولئک الذین آتینھم الکتاب والحکم والنبوة "[۳۳]یہ ہیں کہ ہم نے ان کو کتاب ، حکم اور نبوت جو رسالت کا عالی مقام ہے اور درمیان میں کتاب سے "حکم" نبوت کے لحاظ سے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں

خلاصہ اس جیسی آیات نے " وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی "[۳٤]پیغمبر کے تمام رسالتی اقوال کو وحی ربانی کے دائرہ میں رکھا ہےاور نہ تنہا ھوای نفس کو ان تمام اقوال میں مردود جانا ہےھوائے عقل کو بھی رد کیا ہے اور تنہا رسول کے اقوال کے مثلث کے تیسرے ضلع کو کہ" وحی یوحیٰ ہے قبول کیا ہے اور یہ وحی بھی آیات قراانی پر مبنی قرآن میں منحصر ہے اور بس

خلاصہ: " قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی "[۳٥] " قل ما اوحی الیک من کتاب ربک لا مبدل لکلماتہ ولن تجد من دونہ ملتحدا"[۳٦] ان جیسی آیات میں کہ کہتی ہیں : میں فقط وحی کی پیروی کرتا ہوں ، اور ہرگز کتاب خدا کے علاوہ کوئی پناہگاہ نہ پاؤ گے ،جیسا کہ سورہ جن میں فقط خدائے واحد کو مرجع الوہیت جانا ہے ، کہ مجموعی طور پر جس طرح کہ صرف خدا مرجع الوہیت ہے قرآن بھی تنہا مرجع ربوبیتی ہے ،ایسی خصوصیت کو " حکم رب "میں صد فیصد نماز یاں کرتی ہیں ، یہاں تک کہ:

"یقولون علینا بعض الاقاویل اخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما احد منکم بحاجزین "[۳۷]

۳۳۔ انعام/۸۹
۳٤۔ نجم/۳
۳٥۔ اعراف/۲۰۳
۳٦۔ کہف/۲۷
۳۷۔ حاقہ/۴۴۔۴۷

اگر بفرض محال بعض اقوال وکلمات کو اپنے طرف سے ہماری طرف نسبت دے ،دست قدرت سے ماخوذ ہوگا اور اس کی رگ حیات رسال کاٹ دی اجئے گی اور تم میں سے کسیکو ارادہ ربارنی کو روکنے کا ؟ نہ ہو گا

جب پیغمبر اسلام کی جانب سے قانون گزاری اور صدور حکم کی یہ سزا ہے کیا آئمہ معصومیناپنی آپ کے درجہ اول کے پیروکار اپنی طرف سے قانون گزاری کر سکتے ہیں، اور اس کے بعد غیر معصوم شریعتمدار غیبت کبریٰ کے زمانےمیں جو نقل احکام میں بھی خطائیں کرتے ہینکسطرح مجاز ہیں کہ عقل، اجماع، شہرت، سیرہ، روایات غیر یقینی اور اس سے موثر قیاس، استحسانیا استصلاح کی بنیاد پر کوئی حکم مشخصا یا حکام میں شوارائے مصلحت اندیشی کے توسن سے صادر کریں

سنی مذہب کے فقہا جو بسا اوقات احکام قرآنی مدریافت کر نے سے دور اور پیغمبر اکرم(ص) کی سنتکہ بیشتر ائمہ معصومین سے مروی ہے مہجور ہیں ناچاراحکام کو قیاس ، استحسان ، اور استصلاح سے استفادہ کریں اگر کتاب وسنت کہ جو دو الہی حجت بالغہ ہیں تمام احکام کے باین سے قاصر اور عاجز ہیں کہ ناچار ایسی جعلی دستاویزوں سے تمسک کرتے ہینیہ تینوں با اختلاف درکاشریعت اللہ کے برخلاف ہیں اور بے انتہا تضاد اور تناقض کا موجب ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں

اور یہ استصلاح کا ان کا آخری حربہ اور ہتھیار ہے ، مصلحت اندیشی کے معنی ہیں کہ اپنیی کوتاہ فکری کے ساتھ مصلحت بینی یا مصلحت اندیشی کی کرسی پر بیٹھ کر خود کو جعل حکم شرعی میں خدا کا شریک قرار دیتے ہیں

با وجودیکہ " لا یشرک فی حکمہ احدا "[۳۸] خود پیغمبر یعنی مصلحت دانوں اور مصلحت اندیشوں کے رئیس بھی حق نہیں رکھتے ہیناللہ کی شریعت میں ذرا سی بھی کمی یا زیادتی کریں کس طرح یہ حق غیر معصوم شریعتمداروں کا دیا جا تا ہے ؟

۳۸۔ کہف/۲۶

یہاں پر بھی ایسی روایات اور نظریات موجود ہیں کہ گویا خدا نےے اپنے پیغمبر کو جعل احکام میں مجاز اور مختار جانا ہے ، جیسے نماز مغرب میں ایک رکعت اور نماز عشاء اور ظہر وعصر میں دو رکعت کا اضافہ ، کہ آنحضرت نے وحی ربانی سے فراتر نمازوں میں ان رکعات کا اضافہ کیا ہے

نیز نو مشہور چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں زکاۃ کا معاف کرنا، " عفا رسول اللہ عما سویٰ ذالک"پیغمبر نے نو چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں میں زکات معاف کردی ہے ، کہ یہ چیز قرآن کی تیس آیتوں اور عمومیت زکات کے بارے میں تقریبا ایک سو روایت کے منافی ہے اور آنحضرت کو مالداروں کا طرفدار کہنا ہےکہ ان کے نفع میں نو چیزونکے علاوہ سیکڑوں طرح کے مال اور خطیرآمدنی میں معاف کیا ہے اور زکات کے خطیر مال کو اس طرح نا چیز کیا ہے کہایک خاص طبقہ کے لئے بھی نا کافی ہے

نص اور ظاہر قرآن ابدی اور جاوداں ہے کہ اس کے دامن کبربائی پر ہرگز کوئی گرد نہ بیٹھے گی جس طرح سے علم وعقل کی ترقی سےخدا کی کبریائی میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی اس کی کتاب تکوینی اور تشریعی کا بھی یہی حال ہے کہ" لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین "[۳۹]کوئی شک وتر نہیں (تکوینی یا تشریعی ضرورت نہیں) مگر یہ کہ کتاب مبین میں موجود ہے

بشری علوم کی ترقی کتاب تکوینی الٰہی کو ہرگز ناقص قلمداد نہیں کر سکتی بلکہ علم کا قافلہ جتنی زیادہ مسافت طے کرے گا کتاب آفرینش سے نئے نئے حقائق سامنے ائیں گے

اسی طرح کتاب تشریعی الٰہی ہرگز اصل میں تبدیل پذیر نہیں ہے صرف احکام فرعی کی حکمتیں اور معرفت کے درجات ہیں جو روبہ تکامل ہں ، جیسا کہ امام محمد باقر(ع) فرماتے ہیں :

" علم اللہ تعالی ان فی آخر الزمان یجی القوم متعمقون فانزل قل ھو اللہ احد وآیات فی آخر سورۃ الحشر" خدا کو معلوم تھا کہ آخری زمانے میں ایک عمیق

۳۹۔ انعام /۵۹

فکر جماعت آئے گی اسی لئے اس نے سورہ توحید اور سورہ حشر کی آخری آتات نازل کی ہیں

دسیوں آیتوں میں ٹیلیویژن کے نشریات کے بارے مینتصریح موجود ہے جیسے " یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم"[٤٠] اس دن لوگ گروہ گروہ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھایا جا ئں

"ان کنانستنسخ ما کنتم تعلمون "[٤١]ہم ہمیشہ تمہارے اعمال کی نسخہ برداری کرتے ہیں

نیز"یوم تجد کل نفس ماعملت حاضرا من خیر محضرا وما عملت من سوء تود لو ان بینھا و بینہ امرا"[٤٢]جس دن سارے لوگ اپنے نیک وبداعمال کو حاضر پائیں گے اور---

نیز " کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ نخرج لہ یوم القیامۃکتابا یلقاہ منشورا"[٤٣]ہم نے ہر انسان کے اعمال کو ان کی گردن میں ڈال دیا ہے اور اس کو بروز جزا آشکار کریں گے

و نیز" یوم تشھد علیھم السنتھمو ایدیھم وارجلھمبما کانوا یعملون "[٤٤]ایک دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوت کی گزارش دیں گے

ونیز" و قالوا لجلودھملم شھدتم علیناقالوا انطقنا اللہ الذیانطق کل شئی"[٤٥]

اکہ ان آیات کی ترتیب سے مکلفین کے تمام اعمال روز جزا دکھائی اور سنائی دینگے کہ خدا نے ان سب کی اصلی نسخہ برداری کی ہے، گویا خود اچھے اور برے اعمال حاضر ہوں گے

٤٠۔ زلزلہ/٦
٤١۔ جاثیہ/٢٩
٤٢۔آل عمران/٣٠
٤٣۔ بنی اسرائیل/١٣
٤٤۔ نور/٢٤)
٤٥۔ فصلت/١٣

خلاصہ مکلفین کے تمام اعال ان کی گردنوں میں ڈال دئے جائیں گے اور آخرت می آشکار ہوں گے یہاں تک کہ زبان۔ ہاتھ، پاؤں جلد اور بدن عینی گواہ ہوں گے

یا ایک بہت لطیف اور پر مغز اشارہ ہے ٹاور کی سمت اور اس کے مانند آیت" ام لھم سلم یستمعون فیہ فلیات مستمعھم بسلطان مبین"(طور/۳۸)کیا ان کے لئے جو وحی الٰہی کا ملأ اعلی سے انکار کرتے ہینسیٹھی ہے جس سے سنتے ہیں

اور یہاں" فیہ" یہ " علیہ "کہ دوسرا سیڑھی سے مربوط ہے کہ اس پر چڑھتے ہیں تاکہ بلندی پر جائیں لیکن اولی " فیہ "سیڑھی میں سنتا ہے کہ فعلا ٹاور کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی نمونہ نہیں ہے

پہلے اس طرح کی آیاتوں کی تاویل اعمال کی یادش اور تجسم اعمال سے کرتے تھے کہ دونوں بر خلاف نص وظاہر آشکار ہے ،اورآج بشری علوم کی ترقی نے عینا اسکا مشاھدہ کیا ہے اور نگاہوں کے سامنے یہ پہلے والوں کی غلطی اور کوتاہ بینی ہے جنہوں نے قرآن کے بر خلاف غلط برداشت کو قرآن کی خدمت کے عنوان سے تاویل کے چہرہ کے ساتھ نص و ظاھر قرآن کے خلاف انجام دی ہے

یا وہ آیات جو زمین کی مختلف حرکات کو بہت خوبصورت اور دلکش تعبیر "راجفہ" کے ذریعہ بیان کرتی ہینکہ یہ خود زمین کے ناموں میں سے ایک نام کے عنوان سے سامنے آئی ہے

"یوم ترجف الراجفہ، تتبعھا الرادفہ"[٤٦] جس روز کے زمین لرزان اور گوناگوں حرکات میں مبتلا ، دوسری لرزش اختیار کرے گی کہ اولی زمین کی موجودہ حیات بخش حرکات اور آخر میں اس کی حتمی حرکت مرگ ہے

٤٦۔نازعات/۶و۷

یا " هو الذی جعل لکم الارض ذلولا"[47] وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے رام حیوان کی طرح نرم قرار دیا ہے

اور آیت" أ لم نجعل الارض کفاتا، احیاء وامواتا" میں ایک صریح تر بیان میں کہ: کیا قرار نہیں دیا زمین کو سریع السیر پرندہ کی طرح جو اپنے پیروں کو زندہ اور مردہ سر نشینوں پر پھیلائے ہوئے ہیں کہ اس سریع پرواز میں جا بجا نہ ہوناور کفات سریع السیر پرندہ ہیناوراحیاء واموات دونوں مفعول ہیں یہ لازم بھی ہے اور متعدی بھی

کہ یہاں پر پرواز سریع السیر کے علاوہ -- زمین نے اپنے عمومی قوت جاذبہ کو استعمال کیا ہےکہ مرکز سے گریز قانون فیزیکی کے خلاف ایسی سرعت کے ساتھ زندہ ومردہ سر نشینوں کو کو اسی طرح اپنے محور پر باقی رکھتا ہے

اور عالم آفرینشکی اجتناب نا پذیر اور اصلی ضرورت کے بارے مینفرماتا ہے:

" من کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون غفروا الی الله انی لکم منہ نذیر مبین" [48]ہم نے ہر شئی کا جوڑا خلق کیا ہے شاید ہوش میں آؤ اور عالم خلقت کی اصلی اور حقیقی ضرورت کو سمجھو اور یاد کرو لہذا خدا کی طرف مبادرت اختیار کرو ، بتحقیق میں تمہارے لئے اس کی جانب سےآشکار ڈرانے والا ہوں

یہاں پر ریزترین مادہ جو اس کی موجودات کی ا ولین سرحد ہےوہ بھی مشمول زوجین ہے اور اس نے کائنات کی تمام ذوات پر ضرورت کی مہر لگائی ہے کہ آخر کار مادہ کچھ بھی ہو زوجیت ست خالی نہینہے اور ہر ایک اپنی موجودیت میں دوسرے کا محتاج ہے

اوراگرتیسرا کہ خدا ہے اور دونوں سے باہر ہے ، درکار نہ ہو جو دونوں کا نگہبان ہے یہ خود اصطلاحا دور مصرح ہے کہ کوئی چیزی کسی دوسری

٤٧ـملک/١٥
٤٨ـذاریات/٣٩و٥٠

چیز پر موقوف ہو اور دوسری چیز بھی پہلی چیز پر موقوف ہو اور یہ محالات اولیہ میں سے ہےیا انسانوں اور اس کے مانند حیوانات عاقل کے بارے میں فرماتاہے:

"و من آیاتہ خلق السماوات والارض وما بث فیہا من دابۃ ---"اور (وجود ووحدایت)خدا کی نشانیوں میں سے ہے ، زمین اور آسمانوں کی خلقت اور جو حیوانات زمین اور آسمانوں میں پراگند اور پھیلے ہوئےہیں اور وہ سب پر جب چاہتا ہے قادر وتوانا ہے کہ یہاں پر لفظ " من دابۃ"زمین کی طرح آسمانوں کے لئے بھی حیوانات کا ذکر ہے اور اس کے بعد جہنم کے ذریعہبدلیل" ھم"جو ذوی اعقول کے لئے ہے،زمین اور اصان کے عاقل حیوانات کو آءندہ روز مستقبل میں ایک ساتھ جمع کرے گا کہ زمین اور آسمانی متقابل کیہانی پیما عقلاء زمین اور آسمان کو آئندہ نامعلوم کے لئے گرد آوری اور جمع کریں

لیکن پیشرفتہ علوم (آسمانی پانی کی دستیابی کے باوجود)ابھی تک نباتات کے وجود کو حتمی طریقے سے بھی معلوم نہیں کر سکتے ہینانسان وحیوانات تو دور کی بات

خلاصہ انسان کی طرح عاقل موجود کہ آخرکار فرشتوں کے علاوہ تمام رینگنے اور چلنے پھرنے والے مقصود ہیں

انسان کی آفرینش کے بارے میں بھی اوہام جاہلیت کے بر خلاف کے لڑکے کو مرد اور لڑکی کو عورت کی پیداوار جانتے تھے ،فرماتاہے:

"انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج"[٤٩]

اور فرماتاہے: "یخرج من بین الصلب والترائب "[٥٠]

انسان کو ہم نے مخلوط نطفہ سے خلق کیا ہے کہ ان کا مخلوط ہونا مرد کے کرو موزوماور عورت کے اوول سے وابستہ ہے کہ کروموزوم مرد کے

٤٩۔انسان /٢
٥٠۔ طارق/٧

صلب سے اور اوول عورت کے ترائب سے باہر آتا ہے اور دونوں عورت کے رحم میں قرار پاتے ہیناور اسی طرح نطفہ مرد کے صلب اور ترائب یعنی یعنی عورت کی چھاتی سے ہے

قرآن کی اس طرح کی روشن گری جو علمی ترقی سے روشن تر ہو رہی ہے آیات متشابھ کی نسبت بشر کی معفت کو افزون کرتی ہے اور مشخص کرتی ہے کہ اس طرح کی آیات متشابہات کا تعلق "متشابہات" علمی سےہے نہ یہ کہ دلالت کے اعتبار سے مقاصد الٰہی کو سمجھانے سے قاصر ہیں بلکہ یہ صرف بشر کی بے توجہی اور تعقل وتدبر نہ کرنےکی وجہ سے ہے کہ نص وظاہر قرآن کے بر خلاف ہو نے کا گمان ہوتا ہے

جیسا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ:" ان للقرآن آیات متشابہات یفسرھا الزمن" قراان میں کچھ ایسی متشابھ آیتیں ہیں جن کی تفسیر زمانہ کرے گا

اور وہ الایات بھی" متشابہات"معرفتی کی قسم سے ہیں (نہ دلالتی)جیسے"ید اللہ" "وجہ اللہ" اور "عرش اللہ"

وغیرہ کہ اس طرح کے کلمات خدا اور خلق خدا میں اشتراک استعمال کی بنیاد پر کوتاہ نظرونکے لئے خالق کے لئے معنای خلقی کو ثابت کرتے ہیں، با وجودیکہ لفظ اللہ اس طرحاس طرح کی آیات میں بہت روشن قرینہ ہے اکہ اس میں معنای خلقی کا بالکل گذر نہیں ہے کہ"ید اللہ" کی قدرت اور" وجہ اللہ"اس کی ذات اور توجہ اور "عرش اللہ" اس کے علم اور اس کے لامحدود قدرت وسلطنت کا مقام فرمانروائی ہے

اور پھر یہ کہ"فیہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات "[۵۱] قرآن کی محکم اور بہت روشن آیات کو آیات متشابہات کے لئے مادر اور مرجع تفسیر قرارد یاہے، کہ اگر تحقیق اور دقت شائستہ سے خود متشابھ سے مراد سمجھ میں نہ آئے انہیں موارد میں آیات محکمات کی طرف رجع کرنے سے ان کے چہروں سے متشابہات کا پردہ بالکل سے اتر جاتا ہےس

۵۱۔آل عمران /۷

خلاصہ کلام الفاظ ،لغات اور جملات آیات میں بالکل تشابھ نہیں ہے بلکہ مفاھیم آیات میں ہے کہ جو ذات، صفات اور افعال خدا کے بارے میں بات کرتی ہینجن میں خلق اور خلق کے درمیان الفاظ مشترک کا استعمال ہوا ہے اور یہ بھی اس کے اہل کے لئے گوناگوں اور مختلف ہے ،جیسا کہ امام صادق(ع)نے ارشاد فرمایا ہے:

" المتشابه ما تشابه علمه علی جاهله"(یہ روایت امام رضا (ع)سے بھی منقول ہے)آیات متشابھ وہ آیات ہیں جس کا علم اس کے جاہل پر مشتبھ ہے بناء بر این کبھی بہت ساری آیات جو معارف قرآن سے بہت دور ہیناس کے لئے متشابھ ہیں، اور کبھی کچھ کم آیات،اور کبھی کوئی آیت بھی متشابھ نہیں ہے جیسا کہ معصومین علیہم السلام کے لئے اور وہ لوگ کو معارف قرآنی میں ان کے شانہ بہ شانہ ہینکوئی آیت متشابھ نہیں ہے جیسے خود حضرت رسول(ص)اور اولیاء جو اشارات ولطائف قرآن کو سمجھتے ہیں

خلاصہ کلام جتنا ہر مکلف کے لئے دینکا سمجھنا ضروری ہے وہ لغت، ادبیات عربی یا قرآن کے صحیح اور درست ترجمہ سے حاصل ہو جا تا ہے کیونکہ مطابق حدیث" العبارة للعوام"یہ عوام کا حصہ ہے کہ ظاہر قرآن سے بہرہ مند ہوں اور اس کے بعد اشارہ ولطائف جو اس کے اہل کے لئے ہے اور ہر ایک بر حسب درجات"خواص واولیاء"مراتب رکھتا ہے کہ عقل وعلم کی ترقی نیز تقویٰ اور زاد وراحلہ کی طاقت مزید فہم وادراک اور روشنگری کے کئے قرآنکے عالم افراز خورشید سے حاصل ہوتی ہے

اور آخر میں "والحقائق للانبیاء"قرآن کی معرفت کا آخری درجہ مقام نبوت کے لئے ہے اور حضرت خاتم الانبیاء انحقائق کے ادراک میں سب سے افضل وبرتر ہیناور آپ کے پہلو میں ائمہ معصومین (ع)یہاں تک کہ جبرئیل جو وحی قرآنی کے لانے والے ہینحضرت کے مکتب کے شاگرد ہیں

جو کچھ بیان کیا وہ "فقہ شریعت اللہ "کی خرمن کا ایک خوشہ ہے ،جو وسیع اور محیط ہے

اب ہم " فقہ الاحکام " کے تمام ابواب کا سریعالسیر مطالعہ کرتے ہوئے چند مسائل کی ان کے قرآنی برھان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحقیق کریں گے جو خود فقاہت احکام میں ایک نیا موڑ ہے ، شاید فقہاء اور شریعتمدار حضرات"فقہ سنتی" میں تجدید نظر کریناور دوسرے بھی تمام فقہ روش میں ،قرآن کے فقہ عالیکو دنیا والوں کے سامنے پیش کرینتا کہ اس عظیم ناموس الھی کیشائستہ اور بنیادی خدمت انجام دیں اور علم وادب اسلامی سے بیگانہ قضاوت کرنے والونکے بجائے اہل ایمان سے توقع رکھتے ہیں کہ اس دفتر کی مکمل تحقیق کرتے ہوئے ہم سے گفتگو کریں

کتاب وسنت کے معیار پر فقہ گویا پر ایک مختصر تبصرہ

کتاب وسنت کے معیار پر فقہ گویا کی ایک سیر:

مسئلہ۱ :بلوغ۔

ہر انسان اور دوسرے عقلاء جیسے جنات کی تکلیف کا آغازا خدا وند متعال کے روبرو ۔اور تمام مسائل شرعیہ کے پہلے ہے ۔ کہ رب تک نا مناسب برخورد سے دچار ہے ،اور بسا اوقات بحساب اسلام مورد اعتراض رہا ہے، لیکن اس کے مراتب کو دیکھتے ہوئےکتاب اور سنت معصومین (ع)کے لحاظ سےتمام عقلاء کے نزدیک مورد پسند ہے

یہ بلوغ یعنی رسائی کے دیدی ابعاد مینجس کا پہلا مرتبہ شناخت اجمالی قابل قبول خدا وند متعال ہے اور رسائی مسئولیت کا آغاز نماز سے ہوتا ہےجو تمام درجات میں ایمان کا نقطہ اصلی ہے اور آیت کریمہ "واوحی الی ھذا لاقرآن لانذرکم بہ ومن بلغ"نے تکلیف قرآنی و بلوغ کے اولین قدم سے جانا ہے کہ رسائی السام سے عبارت ہے اور یہ بلوغ عقلی ومعرفتی ہے اور اس کے بعد بلوغ بدنی اور جسمی روزہ وغیرہ کے لئےاور اس کے بعد بلوگ ازدواج اور اس وقت بلوغ اقتصادی اپنے تمام ابعاد میں ، کہ سب کے سب مذکورہ بالا آیت

کے مصادیق اور افراد سے ہیں(توضیح المسائل نوین میں اس سے مفصل بحث کی گئی ہے)

مسلمان۔ میں بلوغ کا پہلا مرحلہ نماز کے لئے تقریبا دس سال ہے لڑکا ہو کہ لڑکی ، اور دوسرا مرحلہ کہ روزہ کے لئے بلوغ ہے تقریبا ۱۳ سال ہےکہ لڑکے کی جسمانی ساخت اگر لڑکی سے زیادہ نہ ہو تو کمتر بھی نہیں ہے لہذا کیون بنام دین لڑکی لڑکے سے چھ سال پہلے روزہ کے لئے مکلف ہو

یہاں تک کہ بکثرت روایات بھی اور لڑکی اور لڑکے کے لئے اسی تیرہ برس کی عمر کو مقرر کرتی ہیناور نماز کے لئے دونوں کے لئے اس سے تین برس پہلے کو معینکرتی ہیں کہ دونوں بلوغ کی درمیانی عمر ہے اگر چہ نماز اور روزہ اور بعض دوسرے احکام کے لئے استثناء بھی موجود ہے جو حسب اختلاف امکان واستعداد پیش آتا ہے

خلاصہ کلام اگر بالغ کے لئے روزہ باعث حرج نہ ہو واجب اور ضرر کی صورت میں حرام ہے ، لیکن اگر باعث حرج ہے اور واجب نہیں ہے کہ اپنی تمام طاقت مو مصرف کرے اور بے حال ہو جا ئےخواہ جسمانی کمزوری کی وجہ سے ہو خواہ کمسنی کی وجہ سے ہو، اور روزہ کے لئے تیسرہ سال کی تعیین قاعدہ اوردرمیانی مدت سے زیادہ کچھ نہیں ہے نہ یہ کہ صد فیصد ہو جیسا کہ دس سال میں نماز کا بھی یہی حال ہے

شادی کے حوالہ سے لڑکی کا بلوغ لڑکے سے پہلے ہے لیکن اقتصادی امور میں لڑکے کابلوغ لڑکی سے پہلے اور کلی طور پر دونوں کا بلوغ اقتصادی کامل تشد اقتسادی سے پہلے ہے، یعنی اگر سفید نہ ہوں امور مالی میں بالغ ہیں

لیکن یتیموں کے بارے میں آیہ کریمہ " فان آنستم منهم تشدا فادفعوا اليهم اموالهم "[۵۲]کے مطابق بلوغ اقتصادی کو شادی کیی عمر کے بعد مقرر کیا ہے یہاں پر بھی لڑکی کا بولغ اقتصادی زیادہ دیر میں ہے گرچہ بلوغ شادی جلدیہے

مسئلہ ۲: اجتهاد وتقلید ۔ اس حقیقت کو تسلیم کر نے کے بعد کے سارے مکلفین کو اپنی تکلیفی زندگی امر سلبی و ایجابی کا سامنا ہے ان کے لئے لازم ہے کہ کتاب وسنت سے احکام الہی کو حاصل کریں اور احکام اختلافی مینخود نگاہوں اور اصطلاح میں اجتہاد یا استنباط شائستہ کرینورنہ فقہاء اور شائست شریعتمداروں کی پیروی کریں

اور " فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ" [۵۳]کی بنیاد پر بہترین قول اور نظتر کی پیروی کریں کہ یہ صاحب نظر فرد دانا تر (اعلم) اور متعهد تر(اتقی)ہے

اور یہاں پر " اولئک الذین هداهم الله و اولئک هم اولوا الالباب"[۵٤]یہ یہی لوگ ہیں جن کیی خدا نے ہدایت کی ہےاور یہی صاحبان عقل وخرد ہیں، اگر کوئی احسنہ کی یعنی اعلم واتقی کے قول کی پیروی نہ کرے تو گمراہ اور بے عقل وخرد ہے کیونکہ بر تر پر پست تر کو مقدم کیا ہے ،کجا یہ کمہ بد کی پیروی کی جا ئے

اور یہ پیروی اور اصطلاح میں احسن وشائستہ کی تقلید زندہ ومردہ سے مخصوص نہیں ہے ، کیونکہ اگر اس وقت حضرت زہرا موجود ہوتیں سب پر یہاں کے مجتہدین پر آپ کی تقلید واجب ہوتی

اور چونکہ زیادہ تقوی اور زیادہ علم سے شخص متقی کے فتوی کو بیان حکم خدا میں نزدیک تر کرتا ہے ، اس بنیاد پر اگر با تقوی دو عالم ربانی کتاب

۵۲۔نساء/۶
۵۳۔ زمر/۱۸
۵٤۔ زمر /۱۸

وسنت کے معیار پر فتویٰ دیں اور ان میں سے ایک زیادہ تقوی والا ہو،یہاں پر تقلید سے مخصوص ہے کیونکہ اس کی نظر احسنہ ہے

مسئلہ۳: اور جیسا کہ اجتہاد تبعیض پذیر ہے کہ بعض مسائل میں اجتہاد کرو اور بعض مسائل میں بدلیل کافی حکم خدا معلوم نہ کر سکو ، یا ابھیان مسائل میں اجتہاد نہیں کیا ان مسائل میں شائستہ افراد کی تقلید کرو ، تقلید میں بھی ایسا ہی ہےکہ بعض مسائل میں کسی بر تر شکص کی تقلید اور بعض دوسرے مسائل میں دوسرے شخص کی کہ ان مسائل میں پہلے والے سے برتر ہے تقلید کرو، کہ اصطلاح میناجتہاد اور تقلید دونوں تبعیض پذیر ہینجیسا کہ تمام علوم معارف اور صفت و حرفت کا بھی یہی حال ہے ، اور یہاں پر صاحب نظر اور فقہاء کی زیادہ ذمہ داری ہے کہ پسندیدہ اور قابل قبول طریقے سےدوسرے کے لئے اعم کی تقلید کے وجوب کے مسئلے کو بیان کریں ، کہ دوسرے بسا اوقات نہیں جانتے کہ یہ مسئلہ تقلیدی نہیں ہے ، لیکنجیسا کہ دیکھتے ہینکہ ان مسائل میں بھی تقلید کرتے ہیں

مسئلہ۴: تقوی کی تشخیص خود مقلدین کا کام ہے اگر چہ زیادہ فقاہت کو اھل خبر اور اطلاع سمجھتے ہیں ، کہ اگر ایسے متقی اور آگاہ افراد کسی شخص کو فقاہت کے اعتبار سے برتر جانینوہ بر تر ہے ، اور اگر یکساں طریقہ سے صاحبان نظر کے درمیان اختلاف ہے موارد اختلاف میں پیروی یکسان ہےاگر چہ ان میں سے جو زیادہ تقویٰ والا ہو اس کی پیروی واجب ہے

خلاصہ یہ کہ اگر کسی کی برتری کااحتمال عقلائی بھی ہو تو وہی برتر ہے اور اسی کی تقلید متیقن ہے کیونکہ سرف احسن کی پیروی واجب ہے

مسئلہ ۵:اصولا تقلید بھی مانند اجتہاد کوئی تقلید نہیں ہے ، بلکہ میزان عقلی اور شرعی کے مطابق ہے یعنی اگر اپنے مرجع تقلید سے خلاف علم یا خلاف تقویٰ دیکھو اس کی تقلید یہیں سے باطل ہے کہ اگر قراان کے خلاف کوئی فتوٰیٰ دیا یا دوسروں کی مراعات کے لئے اپنی فقہی نظر کے خلاف دوسری نظر دی یا کوئی کام تقوی کے منافی انجام دیا اور تلافی بھی نہیں کی ، ایسیصورت میں تقلید کے لائق نہیں ہے

اور دیکھ رہے ہو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سےتقلید خود انسان کی صلاحیت و استعداد کے مطابق ایک مختلصر اجتہاد ہے لیکن علماء یہود ، مسیحی اور ان کے مانند کی تقلید اندھی تقلید ہے جس کی کوئی اساس نہیں ہے

مسئلہ۶: چونکہ تقلید خود تقلید نہیں ہےبناء بر این اعلم کی تقلید کا وجوب یا عدم وجوب کا مسئلہ بھی تقلید نہینہے کہ اگر اعلم کی نظڑ کچھ بھیہو ، کہ اس کی تقلید اس کی نظڑ کی بناء پر واجب نہیں ہے، کجا غیر اعلم، بلکہ مقلیدین کو اس مسئلہ میں دلیل روشن کی بناء پر عقائد ضروریہ کی طرح خود کفا ہونا چاہیئے ی۱۹ شریعتمدار اس کو ان کے لئےروشن برہان کے ذریعہ بیان کریں کہ اس کی اصلی بنیا دبھی آیہ زمر ہے:

" الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ اولئک ھم اولوا الباب "[۵۵]

خلاصہ کلام جو چیز کتاب وسنت کے محور اور معیار پر کسی نظریہ کو قبول کر نے کے حوالے سے قیمتی ہے وہی "احسنہ" ہے اور جیسا کہ صاحب رأی احسن کی موت اس کی رأی کے نااحسن ہو نے کا سبب نہیں بنتی ، کتاب وسنت اور اعلم اتقیٰ ہو نے کے علاوہ ہرگز دوسرے شرائط تقلید میں دخیل نہیں ہینمگر پیغمبر اور ائمہ معصومین علیہم السام کیا ان کی وفات اور شہادت سے ان کے فقد میں ان کے نظریات مر گئے ہیں کہ دوسرے شریعتمداروں کے نظریہ

۵۵۔ زمر/۱۸

کو ان کی وت کی وجہ سے نظر انداز کیا جائے اور دوسروں کو جو ان سے کمترہوں پیروی کی جائے

ایمانی زندگی کے تمام مراحل مینبرتر اور بہتر کی پیروی بنیادی اور اساسی ہے اور کوئی دوسری چیز کسی قیمت پر اس کی جگہ نہیں لے سکتی اس پر پیش قدمہونا تو دور کی بات ہے جیسے زندہ، مردہ، آزاد اور حلالزادہ ہونا

لیکن جن مسائل میں برتر شخص نے فتویٰ نہیں دیا یا اس تر دسترسی نہیں ہے، یا مر گیا ہے ، یہاں پر شائستی کی پیروی دوسرے شص کو منتقل ہو جا ئے گیکیونکہ احکام خدا کسی سورت بھی معطل نہیں رہ سکتے ہیں

مسئلہ۷: طہارت - پاکی وپاکیزگی انسان کے جسم وجان اور ظاہر وباطن کا عنوان ہے اور اسلام نے بھی نہایت ہی آب وتاب کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے اور نمایاں مقام عطا کیا ہے اور پیغمبر گرامی اسلام کی قراان میں یوں توصیف کی گئی ہے " یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث"[٥٦]پاک وپاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتا ہے اور گندی وبری چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے ، کواہ علمی وعقیدتی وخواہ عملی ، اور کلی طور پر زندگی میں شائستہ اور ناشائستہ انتخاب دونوں کوشامل ہے

ظاہری اعتبار سے بدن ، لباس، کھانا، پانی، مکان اور انسان کی ہر چیز پاک وپاکیزہ ہو اور اگر بدن اور لباس کا ناپاک ہونا کلی طور پر حرام نہیں ہے انکا پلید ہونا بالخصوص نما زاور اس کے مانند میں حرام ہے، کہ آب وضو وغسل اور خاک وغیرہ کا وضو غسل کے بدلے تیمم کے لئے پاکی کے علاوہ پاکیزہ ہونا بھی شرط ہے ، پلید نہ ہو کیونکہ پاک پلید بسا اوقات ناپاک سے بھی بدتر ہے

٥٦۔ اعراف/١٥٧

لہذا آب خبیث سے غسل وضو یا پلید چیزوں پر تیمم اگر چہ پاک ہوں ، باطل ہیں کیونکہ " صعیداطیبا"نے پاکی کے علاوہ مکان تیمم کی پاکیزگی کو بھی شرط جانا ہے

مسئلہ۸: وضو میں صورت کو ہر طرح سے دھو سکتے ہیناور مسح سر میں بھی کوئی خاص کیفیت نہیں ہے لیکن پیروں کا مسح لمبائی اور چوڑای میں کرنا چاہیئے " وارجلکم الی الکعبین"[۵۷] نصب اور ارجلکم کی لغویت دونوننے دونوں پیر کے پورے اوپری حصہ کو مشمول مسح قرار دیا ہےیعنی چوڑائی کو بھی بلندی کی طرح پیروں کے اوپر کی پہلی بلندی تک مسح کریں

غسل ترتیبی میں بھی"اغتسلوا" اور "فاطھروا" کی رو سے کہ مطلق ہیں بالکل کوئی ترتیب واجب نہینہےاور روایات میں بھی ترتیب سیگانہ ، دوگانہ، یگانہ، بے ترتیبی کا ذکر ہے کہ بے ترتیبی موافق اطلاق قرآنی ہے اور مذکورہ بالا رتیب استحباب پر حمل ہے

تمام واجب اور مستحبی غسلونکےبعد ۔ سنت کے مبنیٰ پر۔ نماز پڑھی جا سکتی ہے بجز غسل استحاضۃ کثیرہ ومتوسطہ

مسئلہ۹: طہارت، نجاست، پلیدی اور حد اصغر واکبرہر ایک بعد میں وقت نماز سے پہلے شا/ستہ وبہتر ہے کہ "فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ" [۵۸]جو شخص بھی کوئی اچھا کام بہ زحمت انجام دے اس کے لئے بہتر ہے ،خلاصہ جو طہارت نماز کے وقت سے پہلے واجب ہے " تطوع"ہے

اور یہاں پر ایک ضعیف روایت بھی نظر آتی ہے جو وقت نماز سے پہلے طہارت کو روکتی ہے اور اگر روایتی ہوتی بھی تو آیت کی رو سے مردود ہوتی

۵۷۔انعام /۵
۵۸۔ بقرہ/۱۸۴

، بلکہ اس بات کے پیش نظر کہ اول وقت نماز مستحب ہے ، تینوں طہارتوں سے متعلق آیت"اذاقمتم الی الصلاۃ فاغسلوا"[۵۹] وقت سے پہلے طہارت کو صحیح جانتی ہے

مسئلہ۱۰:

پانی اور ہر دسوری موجود اصل خلقت میں پاک ہےاور کر یا پانی کا جاری ہونا متنجس ہونے سے بچنے میں شرط نہیں ہے کیونکہ آیت" وانزلنا من السماء ماءطھورا"کی رو سے پانی طبیعۃ پانی ہو نے ک وجہ سے پاک اور پاک کرنے والا ہےاور اگر کسی قدر بھی کمہو ملاقات نجاست سے اثر پذیر نہینہو گا مگر یہ کہ پیغمبر(ص) کی حدیث متواتر کے مطابق رنگ ، بو ، مزہ بدل جائےکے پانی پر نجاست ک غالب آجانے کانتیجہ ہے، لہذا اگر غلبہ پانی و حاصل ہے اسی طرح پاک ہے اور کر یا ھجاری یا بارش متنجس نہ ہونے میں شرط نہیں ہے

اور بہت حیرت انگیز ہے کہ اگر کوئی پانی کر اصطلاحی سے کمتر ہو بیشتر فتاویٰ کے مطابق تھوڑی سے نجاست کے ملاقات سے متنجس ہو جا تا ہےاور اب نہ پینے کے قابل رہ جاتا ہےاور نہ دوسرے امور میں استعمال ہو سکتا ہےجن میں پاکی شرط ہے کہ ار ہزار لیٹر اور کر سے کمتر پانی کا ھوڑا تھوڑا سا اس میں اضّفہ کیا جا ئے اور صاف وشفاف پانی کا ایک بڑا حوض ہو جائےخون کا وہی ناچیز حصۃ پانی کو متنجس کرے گا اور اس پانی پر متنجس ہو نے کا حخم لگا دیا جائے گا ، لیکن اگر ایک کر پانی جو ہر طرح کیپلیدی بھی رکھتا ہو مثلا ایک لیٹڑ کا پیشاب اس مٰں ملا ہوا ہے ،اسی طرح اپنی پاکی پر باقی اور برقرار ہے،حیرت انگیز !

یہ کون سا حساب بے حساب ہے کہ جس کی نسبت خدا وند کی طرف دی جاتی ہےجو خود اس حکم کے بطلان پر ایک محکم دلیل وروشن دلیل ہے

۵۹۔ مائدہ/۶

مسئلہ ۱۱: تطہیر نجاست صرف پانی میں منحصر نہیں ہےمثلا زمین یا عمارت جیسے کسی ثابت جسم میں تر پیشاب تابش خورشید سے پاک ہو جا تا ہے اور پاؤں کا تلوا یا عصا کا نچلا حصہ یا راستہ طے کرنےکا کوئی بھی وسیلہ ، کہ نجس ہو گیا ہے اگر راستہ چلنے سے نابود اور ختم ہو جا ئے پاک ہے اور اسولی طور پر نجاست کا اس طرح سے نابود ہونا طہارت کی دلیل ہے کہ وہ جگہ نجاست کے برطرف ہونے کے بعد اب نجس نہیں ہے اور دلیل نے صرفنجاست کو مورد پرہیز جانا ہےنہ محل نجاستکو ، شرط یہ ہے کہ نابودی جاست کے بعد اس کا کوئی اثر ونشان اس جگہ باقی نہ رہ جائے، جیسا کہ سید مرتضیٰ جیسے فقہاء نے نجاست کے برطرف ہونے کو اصل نجاست کے پاک ہونے کا موجب جانا ہے

مسئلہ۱۲:نہ تنہا نجاست رسمی واصطلاحی بلکہ تمام پلیدگیاں ۔خبائث۔ جن سے آدمی نفرت کرتا ہے بہت سارے استعمالات میں حرام ہینکہ کھانا پینا اور ان کے ساےھ نماز پڑھنا " یحرم علیھم الخبائث "[۶۰]کے تحت مندرج ہے باوجودیکہ رسمی نجاسات اگر خبائث کی حد میں نہ پھونچی ہوں تنہا نماز واحرام جیسی عبادات مینحرام ہیں اور کھانے اور پینے کے لحاظ سے اور نجس اور خبیث(ناپاک وپلید) میں اسطلاحی اعتبار سے عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کہ بعض نجاسات پلید ہیناور بعض پلید نہیں ہینجیسا کہ بعض پلید چیزیں نجس ہیں اور بعض نجس نہیں ہیں

اور کتنا بہتر اور حتمی تر کہ طہارت ونجاست ظاہری کے بارے میں وسواس اپنی جگہ ایجاد طہارت باطن اور تطہیر نجاست باطنی کو دیدے

مسئلہ۱۳: نجاستاصطلاح شرعی میں کتاب وسنتکے مبنیٰ پر ۔ کتا ، سور، پیشاب ، پاخانہ،خون حیوان حرام گوشت،اور حیوان حلال گوشت کے ذبح کر نے

۶۰۔ اعراف/۱۵۷

کے بعدباہر گرائے ہوئے خون کو شامل ہے کہ" اودما مسفوحا"[٦١]قتل کے بعد حیوان کے بدن میں باقی بچا ہوا خون اور حیوان کا خون ،جیسے وہ خون جولیبیٹری میں تیار کیا جاتا ہےپاک اور حلال ہے،نیز انسنا کی منی اگر شہوت کے ساتھ باہر نکلے اور مردار حیوان حلال گوشت ، کہ اس کا حرام ہونا معلوم نہیں ہے اور اس کی ہڈیاں بھی جو گوشت کی طرح روح کا محل ہیں ،نجس ہیں

مسئلہ۱۴:غیر مسلم کوئی بھی ہوگرچہ ملحد یا بت پرست ہو یا اہل کتاب ،پاکہے ،اور آیت " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم "[٦٢]جس نے ان کی غذاؤں کو ہمارے لئے حلال جانا ہے، اہل کتاب کے بارے میں صریح ہےاور دوسرے کفار کی نجاست کے بارے میں بھی کوئی دلیل نہینہے اور مشرکین کے بارے میں بھی کوئی روایت وارد نہینہوئی

مگر ان کی نجاست ظاہری کے بارے میننجاستوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے کہ اگر خود کی تطہیر کریں اور تمہیں معلوم نہ ہواس کے بعد خود کو متنجس کر لیں محکوم بہ طہارت ہیں

اور آیہ " انما المشرکون نجس" [٦٣]نے ان کے بدنکو نجس نہیں جانا ہےکیونکہ خود آیہ سے بر مبنای ادلہ نجس کسی قیمت پر بدن مشرک سے متعلق نہیں ہےمثلا موضوع نجس یہانپر " المشرکون " ہےاور شرک بھی روح سے مخصوص ہے نہ جسم وبدن سے اور اگر اس طرح کی موضوعات نہ بھی ہوتیں نجس بدن سے متعلق نہنہے جیسا کہ رجس کہ نجس سے بدتر ہے منافقین کے بارے میں آیا ہے کہ "انھم رجس"[٦٤] جب کہ منافقین کے بدن ہرگز نجس نہیں ہیں، اور "فلا یقربو المسجد الحرام" کہ مسجد حرام سے ان کے نزدیک ہونےکو ۔ یعنی کم سے کم پورا مکہ ۔حرام جانا ہے اور اگر یہ نجاست بدنی ہوتی ہر

٦١۔ انعام /۱۴۵
٦٢۔ مائدہ /۳
٦٣۔ توبہ/۲۸
٦٤۔ توبہ/۹۵

نجاست کا مکہ حرام میں ورود اور نتیجہ کے طور پر سمکہ میں زندگی کرنا حرام ہوتا

مسئلہ۱۵:شراب بھی پاک ہے ،کجا مسکر آب جواور بالاخرہدو سوم نہ ہونا انگور کے پانی کا کہ " ومن ثمرات النخيل والاعناب تتخذون منہ مسكرا ورزقا حسنا ان فی ذالک لآیات لقوم يعقلون"[٦٥]

اور کھجور کے درختوں کے میووں اور انگور سے مسکر اور رزق حسن حاصل کرتے ہوکہ اس آیت میں دوسوم نہ ہوئے انگور کے پانی کو جو مستی سے عاری ہے رزق حسن کہا گیا ہےاور طبیعی طور پر حلال ہےلیکن رزق حسن کے مقابلے میں انگور اور خرما کے مسکر محصول کو رزق بد کہا گیا ہے جو طبعا حرام ہے اور کتاب وسنت سے شراب کی نجاست پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے اور" رجس من عمل الشيطان"سے سؤصرف شراب اور قمار کی عملی نجاست ثابت ہوتی ہے نہ نجاست جسمی

مسئلہ۱۶:نمازـصلاة جو "صلاء" سے جذاب کے معنی میں ہے ، خود عبد ومعبود کے درمیان نور کو جذب کرنے والا ہے، اور کسی صورت، مگر مطلق بیہوشی اور حیض ونفاس کی حالت میں، قابل ترک نہیں ہے ، اور صرف اس کی کیفیت اس صورت میں کمی واقع ہوتی ہے کہ خوف واضطرار لاحق ہو جیسا کہ نماز جماعت مینحالت جنگ میں پیغمبر اکرم(ص)کے لئے پیش آیاتھا کہ رکعات جماعتی کے تکمیل میں غافل گیرانہ جمع کا اندیشہ تھا " واذا ضربتم فی الارض فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلواة ان خفتم الا يفتنكم الاذين كفروا"[٦٦]اور یہ " ليس عليكم جناح" کہ کوئی گناہ نہیں ان مسلمانوں کے گمان کے مقابلہ میں جو دشمن کی طرف سے خوف وجان کی صورت مینمبھی کیفیت

٦٥۔ نحل/ ۶۷
٦٦۔ نساء /۱۰۱

نماز میں کمی کو گناہ سمجھتے تھے، بنا بر این نماز قصر اس حَلت سے مخصوص ہے کہ اتمام نماز مینجان کا خوف ہو یا کم سے کم حرج کا باعث ہو

خلاصہ اس صورت میں کہ ناموس پنجگانہ دین، جان ،عقل ،عرض اور مال کا محفوظ رکھنا کیفیت نماز مینکمی کرنا ہو ، جائز اور واجب ہے اور اس اصل کی بنیا د پر ، ہموار اور سریع السیر راستوں کواور آسان وسائل کی سورت مینتمام کرہ زمیان پر نماز بالکل قصر نہیں ہے

یہاں تک کہ کیفیت نماز میں ۔ کہ جس میں اہمیت نماز رکعات سے کمتر ہے ۔اس صورت مبں کمی ہوگی کہ ضرورت ہو کیونکہ:

" حافظوا علی الصلوات والصلواۃ الوسطیٰ وقدموا للہ قانتین، فان خفتم فرجالا اور رکبانا، فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم عالم یکوا تعلمون "[٦٧] خدا کے لئے نماز میں قیام کرو خضوع کی حالت میں، پس اگر اس کے قیام کامل ہو خوفزدہ ہو یعنی پوری نماز پڑھنے سے ڈرتے ہو تو پیدل یا سوار، اور جب امن کی حالت میں آجاؤ یاد کرو خدا کو جس طرح تمہیں یاد دیا ہےجو تم نہیں جانتے تھےنماز خوف میں بھی اس کے انجام کے بعد فرماتا ہے

" فا ذا قضیتم الصلاۃفاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم فاذا اطمأنتم فاقیموا الصلاۃ انالصلاۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا "[٦٨]

اور جب اطمینان کے حالت میں آجاؤ، حالت گذشتہ کے برخلاف کہ نماز میں کمی تھی نماز کو دسرت اور کسی کیفی شکستگی کے بغیر بجا لاؤ کہ بتحقیق نماز مومنین پر وقت معین میں فرض کی ہے -- حق نہیں ہے دشدمن سے خوف کی وجہ سے قصر پڑھنے کے بجائے اس کو وقت گزرنے کے بعد اطمینان کی حالت میں کامل پڑھو

یہاں پر ہم ملاحظہ کر رہے ہیں کہ نما زکی کیفیت قصر ۔ نہ کمیت میں ۔ صرف خوف اورضرورت کی ھالت میں جائز ہے، نہصرف یہ کہ جب اپنے

٦٧۔ نساء /٢٣٩
٦٨نساء/١٠٣

وطن سے چند کیلو میٹر دور ہو کسی خطرے اور ضرور کے بغیر نما زمیں کمی کرو جب کہ نماز میں اہم اور اعظم واجبات کے عنوان سےہرگز اس کی کیفیت میں کوئی کمی نہیں ہےمگر یہ کہ اس سے اہم واجب در پیش ہو

خلاصہ قاعدہ " اہم ومہم" کی رو سے جب دو واجب اور دو حرام کا آپس میں ٹکراو ہو کہ ایک واجب تر یا حرام تر ہے اؤواجب تر مقدم اور جس کی حرمت کم ہے حرام تر کی جگہ لے گا کہ نماز خوف میں حفظ جان کے خوف سے کیفیت نماز میں کمی ہوتی ہے ، خلا صہ اس خوف سے جو کیفیت نماز سے مربوط ہے قیام اور مانند قیام جیسے شرائط میں کمی کی جاتی ہے، لیکن عادی سفر میں کسی قسمکا خوف جو نماز میں کمی کا موجب ہو وجود نہیں رکھتا کیونکہ: اسول نماز سے واجب تر کام فروعات دینی کے درمیان درکار نہیں ہے اورکوئی واجب اتمام نماز میں ترک نہینہو تا لہذا کیون نماز قصرپڑھی جائے بالخصوص یہ کہ اگر تمام پڑے مورد تہدید بھی قرار پائے اور ہمیں تمام احکام اسلام میں کوئی مورد ایسا نہیں ملا کہ کوئی واجب تر کام ایک واجب کام کی رعایت میں ترک ہو کجا نماز کو بغیر کسی مزاحمت کے نہ برتر یا برابر۔ یہاں تک کہ کیفیت نماز میں ۔ کجا رکعات نماز قصر ہو[٦٩]

مسئلہ ١٧: نماز عصر کا اختتامی وقت غروب قرص خورشید ہےنہ مغرب کہ اس کی آیت " قبل طلوع الشمش وقبل غروبھا "[٧٠] نہ "قبل غروبھا"[٧١] برخلاف روزہ کے کہ تا پنگام مغرب ہے کیونکہ: "ثم اتموا الصیام الی اللیل"کہ اس کا آغاز مغرب ہے نہ الی الغروب کہ نماز عشاء نیمہ شب کے بعد قضا ہےاور نماز عشاء کاآخری وقت حقیقی نیمہ شب ہے کیونکہ " الی غسق اللیل "[٧٢]یعنی حقیقی نیمہ شب کہ اس کا آغاز مغرب اور اختتام ھنگام صبح تاریکی میں آغاز مغرب کی مانند تاریکی اور" زلفا من اللیل" [٧٣] نے رات میں واجب

۔٦٩۔ کتاب مسافران میں مفصل نماز اور روزہ مسافر کے بارے میں بحث کی گئی ہے
٧٠طہ/ ١٣٠
٧١۔ بقرہ/١٨٧
٧٢۔ بنی اسرائیل /٧٨
١١٤/١١۔٧٣

نمازوں کے آغاز کو رات بتلایا ہےاور غروب قرس خورشید ۔ مگر چند دقائق کے بعد ۔ رات نہیں ہے

مسئلہ۱۸: نماز جمعہنماز جمعہ قرآن وسنت کے مطابق تمام نمازہای یومیہ کی طرح اپنے شرائط کے ساتھ واجب ہے اور اس میں زمانہ حضور معصومین کی اصلا قید نہیں ہے اس کا وقت اول ظہر ہے اور اگر خطبے یا اس کا بعض حصہ ظہر سے پہلے ہو ابدعت اور باطل ہےکیونکہ دوخطبہ آغاز نماز کا حصہ اور دو رکعت کی جگہ پر ہیں

اور آیت " اذا نودی للصالۃ من یوم الجمعہ فاسعوا الی ذکر اللہ " [٧٤]نے مجموعہ نماز خطبہ جمعہ کی طرف سعی کو اذان کا وقت جانا ہےاور نماز کے لئے ندا اس کے وقت کا اعلان ہے کہ " ازانادیتم الی الصلاۃ اتخذوھا ھزوا"

اس کے بعد "وذروا البیع" نے نماز جمعہ کے علاوہ تمام کامونکو اس وقت مینحرام کیا ہے[٧٥]

مسئلہ۱۹:نماز طوافنماز طواف جو طواف کے بعد واجب ہو تی ہے، کسی بھی قیمت پر نیابت پذیر نہیں ہےمگر اس شخص کے لئے جو بالکل ہی معذور ہو جو حالت حیض ونفاس میں یا حالت بیہوشی وغیرہ میں ہے اور اگر اس کے بعد بجا لاسکتا ہےتو خود بھی انجام دے

مسئلہ۲۰:نماز توڑنا حرام ہے مگر اس صورت میں کہ اس سے برتر اور اہم ضرورت آن پڑی ہو کیونکہ "ان الصلاۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر اور منرات میں سے ایک منکر خود نماز کا توڑنا ہے کیونکہ" لاتبطلوا اعمالکم" اعال شرعی کا باطل کرنا ۔ بالخصوص نماز۔ حرام ہے مگر کسی واجب تر کام کو

٧٤۔ جمعہ /٩
٧٥ ۔ کتاب علی شاطی الجمعہ، میں اور اس کا ترجمہ " وجوب نماز جمعہ کے بارے میں" مفصل بحث کی گئی ہے

انجام دینے کے لئےیا ترک نماز سے بھی اہم حرام سے پرہیز کے لئے، اور وہ بھی بعض اجزاء وشرائط نما زکو توڑنے کے لئے نہ یہ کہ کلی طور پر اس سے دستبردار ہونا ، کہ عدم امکان کی صورت میننماز بھی توڑ جا سکتی ہے، اور چونکہ نماز میں کار حرام تمام محرمات سے نماز سے نزدیک تر ہے ، ہر حرام کام حالت نماز میں نما زکو باطل کر دیتاہےکہ منجملہ تر جواب سلام اور نامحرم پر نظرڑ حرام ہے ، چنانچہ لباس اور مکان غصبی بھی "تنھیٰ "کے مطابق نامز کو باطل کر دیتا ہے کہ ایسے موارد میں نماز کو توڑ دو اورا سکے بعد اس کی قضا ۔ کار حرام کو ترک کرتے ہوئے ۔ بجا لاؤ

مسئلہ۲۱:سجدہ۔سجدہ ہر پاک وپاکیزہ چیز پر درست ہے مگر مأکولات اور ملبوسات کہ منجملہ سات جواہرات ہیں، جیسے سونا، چاندی، الماس، فیروزہ، عقیق اور موتی نہ ہر طرح کے معدنیات ، کیونکہ دلیل سنت نے فقط ان دونوں کو مستثنیٰ کیا ہےاور آپ صاف ستھرے فرش پر نہ متنجسہے اور نہ پلید سجدہ کر سکتے ہینکیونکہ ملبوس نہیں ہے اگر چہ بنے جانے سے پہلے اس میں ایسی قابلیت تھی

مسئلہ۲۲: رکوع وسجود یہ خدا سے مخصوص دو عبادتیں ہینجو کسی صورت غیر خدا کے لئے جائز نہیں ہیناور رکوع غیر نما زمیں نہیں ہےکیونکہ حالت نماز سے مخصوص ہے جیسے رمی جمرات،عرفات ومشعر اور منی میں وقوف کے دوسرے ایام میں ۔ بعنوان حج ۔ جائز نہییں ہے

مسئلہ۲۳:تمام نمازوں میں سورہ حمد کا پڑھناواجب ہےجس طرح کہ قرآن میں آیا ہے کہ مثلا"مالک "کی جگہ "ملک" کا پڑھنا باطل ہےاور اسی طرح " کفوا احد " کی جگہ سورہ توحید میندوسری قرائت درست نہیں ہے، سورہ حمد

کے بعد ایک سورہ سے زایدہ کی تلاوت نیز چار آیتونکا پڑھنا ۔ کہ بر حسب روایات قرآن کے ایک چھوٹے سورہ کے برابر ہے ۔جائز ہے

مسئلہ۲۴: پنجگانہ نمازی اور ماہ رمضان کے روزے دنیا کے ہر خطے اوور گوشے میں واجب ہیں اور اگر بر خلاف عادت کوئی افق معمولی پے در پے شب وروز نہ رکھتا ہو کہ مدتوں دن اور مدتوں رات ہو، اس طرح کی جگہوں میں افق"ام القریٰ"کو مد نظر رکھا جائے گا کہ اس کی رسالت اور قرآن اور بر حسب اطلاق"ام القریٰ"[۷٦]افق بھی تمام مشکوک موارد میں میزان اصلی ہے

اس اصل کی بنیاد پر روز وشب کے اوقات شرعی کا تعین افق مکہ کے معیار پر ہوگا

اور اگر کوئی شخص کسی ایک افق زمین میں نماز صبح پڑھے اور آفتاب طلوع کرے اور اس کے بعد ہوائی جہاز سے دوسری جگہ جائے کہ وہاں پھر سے طلوع فجر ہو ، اس کو پھر سے نماز صبح پڑھنی چاہیئےاوردوری نمازوں کا بھی یہی حکم ہے

مسئلہ۲۵:روزہ اور قرآن میں کی اصطلاح میں "صیام" دو طرفہ نگہبان ہے کہ آپ خود کو کھانے ، پینے اور جنسی عمل سے بچائیناور روزہ آپ کو شہوت حرام سے محفوظ رکھے اور بچائے

روزہ ماہ مبارک رمضان فقط حالت عسر وضرر میں حرام ہے اور حرج کے وقت کہ طاقت فرسا ہو واجب نہیں ہے " و علی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین"[۷۷]اور در عین حال" من تطوع خیرا فھوا خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان

۷٦۔ شوریٰ /۷
۷۷۔ بقرہ /۱۸۴

کنتم تعلمون "[۷۸]اور اگر "من کان منکم مریضا او علی سفر"[۷۹] کو مستثنیٰ کیا گیاہے صرف "عسر " کی میزان پر ہے نہ تنہا بیماری اور سفر کی وہ سے"یرید اللہ بکم الیسر وا یرید بکم العسر"[۸۰]اور کیا پیر وناتوان کہ روزہ اس کے لئے باعث حرجہے نہ زیان آور بہتر ہے کہ اپنے وطن میںروزہ دار ہو لیکن طاقتور جوان صرف اس لئے کہچند کلو میٹر اپنے وطن سے دور ہو اور اس کے لئے بالکل عسر وحرج اور زیان آور نہ ہو روزہ اس پر حرام ہے!

جب کہ صرف وہ مرض اور سفر کہ روزہ عسر اور زیان آور ہے ،حرام ہےجیسا کہ" ان کنتممرضی او علی سفر ... فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "[۸۱]تنہا"لم تجدوا ماء"کے تحت تیمم کر نا چاہیئے اور اسی طرح زیان آور اور مرض میں پانی کا نہ ملنا ، حالت مرض میں پانی کا استعمال ، اور سفر میں پانی کانہ ملنا

مسئلہ ۲۶:بموجب نص قرآن صرف کھان، پینا، اور عمل جنسی روزہ و باطل کرتا ہےاور دھواں اگر چہ حرام ہے لیکن چونکہ مأکولات اور مشروبات میں سے نہیں ہےروزہ کو باطل نہین کرتا ہے

مسئلہ۲۷: جنابت پر باقی رہنااوراس کے مانند اذان صبح تک کوئی مانع نہیں رکھتا کہ "فالان باشروھن ...کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخٰط الابیض من الخٰط الاسود من الفجر"[۸۲]چنانچہ جس طرح فجر سے کچھ پہلے تک کھانا اور پینا جائز ہے اسی طرح عمل جنسیبھی جائز ہےکہ اس صورت میں غسل جنابت کے لئےفجر سے پہلے بالکل وقت باقی نہیں بچتا ہے جیسا کہ ائمہ معصومیناور دوسروں کی روایت کے بموجبپیغمبر اکرم کبھی کبھی عمدا فجر صادق تک

۷۸۔ بقرہ /۱۸۴
۷۹۔بقرہ/۱۸۴
۸۰۔ بقرہ/۱۸۵
۸۱۔ مائدہ/۶
۸۲۔ بقرہ/۱۸۷

حالت جنابت تک باقی رہتے تھے اور اس حکم کے مخالف اور متناقض دوسری روایات نص قرآن کے برخلاف ہیں

مسئلہ۲۸: آغاز روزہ طلوع فجر صادق اور انتہا، ابتادء شب ہے نہ غروب قرص خورشید اور اس کی دلیل آیہ "اتموا الصیام الی اللیل "[۸۳]آیت میں "الی الغروب" نہیں ہے جس طرّح کے نماز عصر میں " قبل غروبھا" ہے

مسئلہ: ۲۹۔ سر پانی میں ڈبونا ، یا پانی جیسی کوئی دوسری چیز میں سر ڈبونا ، حالت روزہ میں حرام ہے لیکن اس سے روزہ باطل نہیں ہوتاہے ، متلی کرنے کی طرح جو حرام بھی نہیں ہے، اور غزا کا باہر نکالنا کھانا کھانے کی طرح کس طرح روزہ کو باطل کر سکتا ہے، اور خدا اور معصوم کی طرف جھوٹ کی نسبت چونکہ مبطل ایمان ہےاسی لئے طبعا روزہ بھی باطل ہو جا تا ہےلیکن نسبت مشکوک اگر چہ ہے لیکن مبطل ایمان اور روزہ نہیں ہے، اگر ضعف ایمان کی دلیل ہے

مسئلہ:۳۱۔ اول ماہ رمضان چاند دیکھنے سے یا اس کے اطمینان سے ثابت ہوتا ہےاور چسم مسلح بھی چسم عادی کی طرح کافی ہےاور صرف تمہارے افق کے لئے موجب تکلیف ہے

مسئلہ:۳۱۔ روزہ "یوم الشک" اگر احتمال رمضان کی نیت سے درست ہے کہ اگر رمضان نہ بھی ہو قضائے گذشتہ یا واجب یا مستحب کی نیت سے صحیح ہے اور آخر رمضان کا "یوم الشک واجب ہے "

۸۳۔ بقرہ /۱۸۷

مسئلہ:۳۲۔ساٹھ روزہ اور ساٹح مسکینوں کو کھانا کھلانے کا کفارہ صرف عمد کی صورت میں واجب ہو تا ہے اور جہالت اور نادانی ک صورت میں روزہ کی قضا کافی ہے، یعنی اگر افطار کا حکم جانتے ہوئے نادانی کی اور عناد وتعمد درکار نہنہے تو ایسے میں کفارہ نہیں ہے ، فطرہ تین کلو کے بقدر ہے وہ بھی خود آپ کی معمولی غذا سے دوسرے کیا کھاتےہٰں اس سے سرو کار نہیں ہے، دوسروں کا فطرہ اس صورت میں آپ کے ذمہ ہےکہ آپ کے مہمان نہیں بلکہ آپ کے واجب النفقہ ہوں اگر چہ وہ ان کی پہلی رات ہو، کیونکہ اصول یہ ہے کہجو بینوا نہینہےوہ خود اپنی زکاۃ فطرہ نکالے اور نص کے مطابق "من ضممتہ الی عیالک"یعنی جس کو تم نے اپنے عیال میں شامل کیا ہے صرف اسکی زکات تمہارے ذمہ ہے اس کے علاوہ کسی اور کی نہیں

مسئلہ: ۳۳۔ حج، جو اصطلاح کتاب وسنت میندر اصل خانہ خدا کا طواف ہےحج عمرہ دونوں کو شامل ہےکہ وہ حج اکبر اور عمرہ حج اصغر ہے

مسئلہ:۳۴۔ اسطعات حج یا عمرہصرف یہ ہے کہ مکلف اس کو اس طرح سے بجا لائے کہ اس کی زندگی درھم برھم نہہو جائےلہذا ملاحظہ کرتے ہیں کہ آیت حج میں پیدل والے دوسروں پر مقدم ہیٔ

"و اذن فی الناس بالحج یاتون رجالا وعلی کل ضامر"[٨٤]کہ یہاں پر رجالا پید چلنے والے ہیں اور دوسری آیت میں خدا وند عالم فرماتا ہے "و للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا"[٨٥]جو شخص شرعی طریقہ سے نبجا لاسکتا ہے اسے چاہیئے کہ حض بجا لائے اور اگر حرج ہو کہ تمہاری پوری طاقت صرف

٨٤۔ حج/٢٧
٨٥۔آل عمران/٩٧

ہو جائے گی یہاں پر واجب نہیں ہے کیونکہ "ما جعل علیکم فی الدین من حرج"[٨٦]بلکہ مستحب ہے کیونکہ " فمن تطوع خیر فھوا خیر لہ "[٨٧]

اور حج جو ذاتا خیر ہے ان لوگوں کے لئے جو پر زحمت اور طاقت فرسا انجام دیں ، بہتر ہے بلکہ ایسے حرج کا تصور کرا جس میں ضرر نہ ہو محل شکریہ حضرت حق تعالیٰ ہے کیونکہ "ان اللہ شاکر علیم"اور یہانپر استطاعت کے بعد تجد ید حج کا حکم برخلاف حکم خدا اور ایسے خیر کا انکار ہے جو انتہائی زحمتوں سے انجام ہوا ہے

مسئلہ:٣٥۔ ارکان احرام میں سے ایک رکن میقات ہےجو میقات سے پہلے یا بعد ھرام اور باطل ہے اور میقات سے پہلے محرم ہونے کی نذر اس بدعت کو کسی قیمت پر شرعی نہیں کرتی ہے جیسے وقت سے پہلے تکبیرۃ الاحرام نماز

مسئلہ:٣٦۔ اولین میقات سے عبور احرام کو اسی میقات س واجبکرتا ہے اور اگر پانچ اصلی میقاتوں میں سے کسی ایک سے عبور نہیں کیا تمام میقاتوں سے احرام صحیح ہےاگر چہ عمرہ مفردہ کے میقاتوں سےہو جو پانچ مشہور میقاتوں کے علاوہہے

مسئلہ:۔ ٣٧ ۔ احرام عمرہ میں قربانی گناہ کو جس جگہ چاہیں اور احرام حج کے لئے منیٰ میں حتی الامکان آخر ذی الحجہ تک فقراء حرم کے مصرف مین پہونچائیں اور اگر تبذیر یا تلف یا اسراف ہوجائے دوسری طرح سے اصل قربانی یا ا سکا پیسہ فقراء کو دیں کہ اس الہی ضیافت میں تبذیر یا اسراف ہرگز

٨٦۔ انفاق/٧٨
٨٧۔ بقرہ /١٥٨

نہین ہو نا چاہیئےکیونکہ آیت" فاذا وجبت جنوھا فکلوا منھا واطھموا الباس الفقیر" [۸۸]جیسے بے نواؤں کو قربانی کارکن اقتصادی جانتی ہے

مسئلہ:۳۸۔ عمرہ مفردہ کلا عمرہ اور حج تمتع کے درمیان صحیح ہے اور اگر آپ خود مستطیع نہ ہوں اور حج یا عمرہ اجارہ پر گئےہوں یہاں پر عمرہ مفردہ آپ پر واجب ہےجیساکہ اس صورت کے علاوہ بھی اگر آپ صرف ع،رہ مفردہ کی استطاعت رکھتے ہینتووہی آپ پر واجب ہے، اور اگر بعد مں مستطیع بھی ہو گئے،وجوب حج تمتع کی صورت میں حج اور عمرہ تمتع دونوں آپ پر واجب ہو گا اور اس کی دلیل "واتموا الحج والعمرۃ للہ"[۸۹]

مسئلہ:۳۹۔ منیٰ میں تین دن بیتوتہ کرنا تمام حاجیوں پر واجب ہےاور چوتھے دن بھی ان حاجیوں پر جو اھڑام حج میں مرتکب گناہ ہوئے ہینکیونکہ"لمن اتقیٰ"کسی خاص تقویٰ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس شخص سے متعلق ہے جس نے احرام حج میں یا کلی طور پر حج میں تقویٰ کی رعایت کی ہو

مسئلہ: ۴۰۔طواف کیسی مخصوص جگہ میں منحصر نہیں ہے بلکہ تمام مسجد لاحرام ، طبقہ اول، طبقھفوقانی، اور طبقہ زمینی بھی کعبہ کی گرد جائے طواف ہے کیونکہ کعبہ ہرگز بیت کی عمارت میں منحصر نہیں ہے بلکہ کعبہ کے موازی نورانی ستون تمام عالمکو محیط ہے اور نماز طواف بھی ضلع مقام ابراھیم میں آخر مسجد الحرام تک صحیح ہے

۸۸۔ حج/۳۶
۸۹۔ بقرہ/۱۹۶

مسئلہ:۴۱۔ خمس وزکات دونوں مالیات مستقیم سے ہینکہ خمس ایک آیت سے ممطابقاور زکات تیس آیتوں کی رو سے تمام در آمدات سے متعلق ہے،اور جس طرح سے سید ہونا خمس لینے میں شرط نہیں ہے سید نہ ہونا بھی زکات میں مدخلیت نہیں رکھتا

بالخصوص یہ کہ اگر سید ہونے میں باپ سے انتساب شرط ہو سادات فقیر کا فیصد فقراء غیر سید کے فیصد سے بہت کم ہو گا کہ شاید ۹۰ در صد فقراء سید نہیں ہیں یہاں پر کس طرح ۲/۵اور ۵ اور ۱۰ فیصد زکاتنوچیزوں میں سے آٹھ طبقہ کے لئے ہیں لیکن تمام اموال کا آدھا خمس ۱۰ فیصد فقراء السام سے مخصوص ہےیہ کو ن سا حساب بے حسابی ہے کہ جس کی نسبت خدائے خالق عدل وحسا کی طرف دی جا تی ہےضمنان اگر دونوں گروہوں کاسہم یکسان بھی ہوتا مخصوصا ہر گروہ سے ہر ایک کی خصوصیت جدائی ڈالنے کے لئے کافی ہے !

اس بات کو دیکھتے ہوئےسایک پلید روایت جعل کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ زکات لوگوں کے ہاتھوں کی میل اور گندگی ہےساولاد پیغمبر سے دور ہہے باوجودیکہ زکات کے نو گانہ منابع تمام اموال کے منبع خمس سے پاکیزہ تر ہیناور اگر زکات بھی صد فیصد مال سے متعلق ہو جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں ، دونوں کے منابع مشترک ہیں ، کس طرح قابل تسور ہے کہ زکات اس منبع خمس سے پلیدلیکن صرف خمس پاکیزہ ہے اور اگر زکات پلید بھی ہو یہ پلیدید کیوں صرف غیر سادات کے لئے اور پاک خمس سادات کے لئے ہو

اور اصولا سادات حق مالی مینکوئی دخل نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقام معنوی پر فائز ہونے کی شرط کے ساتھ یہ برتری موجود ہےکیونکہ " ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" [۹۰]

۹۰۔ حجرات/۱۳

اور سیادت ہر صورت میں باپ کے انتساب سے مخصوص نہیں ہےکیونکہ سیادت کی اصل واساس خود پیغمبر ہیننہ ہاشم اور ہر صورت میں جس طرح اولاد پسری فرزند جد ہیں اولاد دختری بھی فرزند جد ہیں

اور خصوصیتی انتساب پدری کی صورت میں ذریت رسول کابجز حضرت فاطمہ(س)کے نسل پیغمبر صرف آپ سے کوئی مصداق نہ ہوگا

بنی امیہ اور ائمہ معصومین کے درمیان ذریت کو لیکر جو اختلاف تھا وہ اس فکر جاہلی کی پیداوار تھا وہ کہتے تھے کہ تم اولاد وذریہ پیغمبر نہں ہو کیونکہ اولاد دختری ذریت سے کارج ہےاور یہ حضرات اس جاہلی فکر کا باطل کرنے کے لئے "ومن ذریتہ عیسیٰ "[۹۱]جیسی آیات سے کہ عیسیٰ ذریت حضرت ابراهیم سے ہیناستدلال کرتے تھے کہ عیسیٰ کے خدا نے جو ذریت ابراهیم سے شمار کیا ہےانتساب پدری کی وجہ سے ہے یا انتساب مادی کی وجہ سےعیسیٰ کا و کوئی باپ تھا ہی نہیننیز آیت " ابنائنا "کے ذریعہبھی اپنے ذریتپیغمبر ہونے کو ثابت کرتے ہیں

دوسروں کی دلیل یہ روایت جاہلی ہےجس کی ماں بنی ہاشم سے ہو اور باپ تمام قریشوں میں سے ہواس کا خمسمینکوئیحقنہینہےکیونکہ خدا فرماتاہے: "ادعوهم لابائهم"[۹۲] کہ یہ منہ بولے بیٹے ہیں نہ واقعی بیٹے

البتہ اس روایت کاگڑھنے والا اس قدر نادان تھا کہاس نے آیت" ادعیاء" منھ بولے بیٹے کو لڑکیون کی اصلی اور اصلی بیٹیوں کے ذریت سے نہ ہو نے کے لئے دلیل اور گواہ بنایا اور کہا اس نا اسل یا اصل کی بنیاد پر حسنین (علیہما السلام)بھی پیغمبرکےمنھبولےبیٹےہینکہ ادعوهملابائهم کو دلیل بناتا ہے نہ آنحضرت اور علی علیہ السلام کے بیٹے کہجن کی سیادت پیغمبر سے کمتر ہے سیادت کے اسلی محور نہیں ہیں بلکہ پیغمبراکرمحضرتعلیاورآپکیاولادونکےلئےبھیسیادتکامرکزومحورہیں

۹۱۔ انعام /۸۴و ۸۵
۹۲۔ احزاب/۵

اور اس غلط فکر کہ سیادت انتساب پدری میں منحصر ہے اس کا سرچشمہ دور جاہلیت کا ایک شعر ہے کہ:

بنونا بنو ابنائنا و بناتنا بنوھن ابناء الرجال الاباعد

ہمارے لڑکے صرف ہمارے لڑکونکے لڑکے ہیناور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اجنبی اور بیگانہ مردوں کے بیٹے ہں، جس کی بنیا لڑکیون کا نا چیز سمجھا ہےاور یہ بھی انھیں مظالم اور جاہلی اعمال وحرکات کی طرح ہے جو لڑکیوں پر دور جاہلیت میں روا رکھے گئے

خلاصہ مجموعی طور پر خمس وزکات کا استعمال تبلیغٰ اور اسلام کے اقتصادی مصارف میں ہو نا چاہیئےکہ خمسکاپہلاتینحصہ" ﷲ خمسہوللرسولولذیالقربیٰ "نشر دعوت اسلامی سے مخصوص ہے اور اس کے دوسرے تینوں حصے " والیتامیٰ والمساکینوابن السبیل " ان تینوں سے مخصوص ہینسادات ہوں یا غٰر سادات، اور کسی بھی در آمد سے کوئی خمس وزکات مستثنیٰ نہیں ہےیعنی ہر در آمد میں خمس وزکات واجب ہے

مسئلہ:۴۲۔ جس طرح زکات اصل در آمد اور باقیماندہ کار کرد سے متعلق ہےخمس بھی اسی طرح ہے کہ آپ کی سالانہ درآمد ایک ملیون اور مخارج عادلانہ اسراف وتبذیر کے بغیر ۲۸ لاکھ ہے آپ کا خمس وہی باقیماندہ ۲لاکھ ہےاور اگر اپ کے اخراجات کمتر ہوں مابقی آپ کے خمس سے مخصوص ہے لیکن اگر ۸ لاکھ سے بیشتر ہے یہ زیادتی ۲ لاکھ سے کہ خمسہےلی جائے گی کیونکہ "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو"[۹۳]کہ زندگی سے زیادہ قابل پرداخت ہے کہزندگی کی کمی کو بیت المال سے پوری کرنے کے بجائے خود اپنی درآمد سے پوری کر لے خلاصہ تمہاری در آمد کا پنچواں حصہ خمس ہے

۹۳۔ بقرہ/۲۱۹

آپ کے ضروریات زندگی بھی اسی طرح مستثنیٰ ہوتے ہیں کہ اگر اپنے رہایشی گھر کو دوسرے گھر سے تعویض کی نیت سے فروخت کرو اگر یک سال یا بیشتر اس پر گزر جائےاس مال سے خمسمتعلقنہینہےاور یہ تمہاری ضرورت ہے کبھی سالانہ اور اس سے زیادہ ہوتی ہے

مسئلہ:۴۳۔ جہاد اور امر ونہی، امر نہی کرنے والے اسلام کے سچے پاسدار اور محافظ ہینکہ اس کی امر ونہی باطنی و داخلی پاسداری اور اس کا جہاد بیرونی سرحدوں کی محافظت ہے

امر بالمعروف تنہا اس صورت میں واجب ہے کہ مقابل جانتا ہو کہ کوئی کام واجب ہے اور اس کو ترک کر دے ، اور نہی عن المنکر یہ ہے کہ جانتا ہوکہ کوئی عمل حرام ہے اور اس کے بعد مرتکب ہو،اور توبہ کرنے والے اور اس ست بدتر یہ کہ ترک واجب یا تکررا ھناہ پر مصمم ہو اور یہ دونوں اسلامی فضا کے اندر حکم الہی ہینکہ واجب وحرانم کا یقین رکھتے ہوں اور امر ونہی کرنے والے اپنے مقابل کے روبروجس واجب کا حکم دیتی ہوناس پر عامل ہو ں اور جس حرام سے منع کرتے ہوں اس سے پرہیز کرتے ہوں ، نیز وہ لوگ جو خود بھی مرتکب حرام ہوئے ہوں اور واجب کو ترک کیا ہےایک دوسرے کو دونوں موارد میں متنبہ کریں شرط یہ ہے کہ قبولیت ک حالت رکھتے ہوناور سر پیچی پر اصرار نہ رکھتے ہوں کیونکہ ان لوگوں کو امر ونہی کرنا جو خود کو بالکل سے بھول چکے ہینخود بے عقلی اور بے دینی ہے " اتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم ، وانتم تتلون الکتاب أفلاتعقلون" [٩٤]

کیا لوگوں کو نیکی کاحکم دیتے ہواور خود کو فراموش کرتے ہو جب کہ تم کتاب(وحی)کی تلاوت کرتے ہو کیا اپنی عقلوں کا استعمال نہیں کرتے ہو؟

٩٤بقرہ/۴۴

مسئلہ:۴۴۔ اگر ترک امر و نہی کاضرر اس کے زیانبار انجام سے زیادہ ہو یہ دونوں کبھی ساقط نہیں ہوتے کیونکہ لقمان نے جو اپنے فرزند کو امر ونہی کی وصیت کی ہے اس میں اس طرح کے صبر کو واجب شمار کیا گیا ہے" واصبر علی ما اصابک"[۹۵]اور مقابل میں تاثیر ہرگز امر ونہی کے شرائط میں سے نہیں ہے کہ "عذرا او نذرا"(مرسلات/۶)عذر تاثیر میں کسی ایک پر اکتفا ہو اور "ومعذرۃ الی ربکم ولعلھم یتقون"[۹۶]سے اس کی تاکید ہوتی ہےکہ یا تو پرہیز کریں وگرنہ خود انجام امر ونہین خدا کی بارگاہ میں ایک عذر ہے

مسئلہ:۴۵۔ امر ونہی کا اخری مرحلہ تنبیہ وتادیب ہےکہ مقابل آگاہی کامل اور مسلسل پند ونصیحت کے باوجود اس طرح سرپیچی اور بغاوت پر آمادہ ہے کہ اب یہاں پر تادیب کی ضرورت ہے

مسئلہ: ۴۶۔اس کے بعد جہادی رفتار کا مرحلہالبتہ جانی اور عقیدتی خطرہ کے با وجود کہ اس سے اہم ہے کیونکہ " اشد من القتل "کہ ان موارد میں دفاع کرنا چاہیئےاور اسولی طور پر اسلام میں جہاد نبرد اور جنگ کے معنی میں تنہا دفاعی ہے اور ہجوم ابتدائی کا کامل روشنگری سے پہلے اسلام میں کوئی نقش نہیں ہے

ہمارے یہاں قتل وکشتار ابتدائی کی گنجائش بالکل نہین ہے بلکہ ہمارا قتل وکشتار صرف دفاع کے لئے ہے اور بس اور جہاں تک کہ مسالمت آمیز تصادم کا امکان ہو کسی نزاع وکشمکشکی گنجائش نہیں ہے کجا قتل وکشتار

ایمان شائستہ دو بعدی ہےاول تمام اعمال واقوال واحوال میں خود اپنی پاسداری اور اس کےبعد دوسروں کی حفاظوپاسداری اور جس طرح ضروری ہے کہ تمام اوامر وفرامین الہی پر خود عمل کرو تا کہ دوسروں کو بھی اوامر

۹۵۔ لقمان/۱۷
۹۶۔ اعراف/۱۶۴

خدا وندی پر عمل کرنے کی دعوت دو اور نواہی ومنکرات سے روکواور منع کرو تاکہ اسلامی معاشرہ پاک وپاکیزہ کر نے والاہو اور افساد وگمراہی سے جہاں تک ممکن ہو روکا جا سکے

مسئلہ: ۴۷ ۔ بنیادی طور پر مومن کو مجاہد اور مہاجر ہونا چاہیئے کہ ہجرت اور ہر شخص ہر چیز اور ہر مقام سے دوریی کو ایمان کی حمایت اور جانبداری کے لئے ترجیح دے کیونکہ"المومن مہاجر"اور جہیاد داخلی وبیرونی دونوں کو شامل ہے کہ داخلی جہاد جہاد بالنفس ہے اور جہاد خارجی وبیرونی دشمنان خدا سے جہادہے اور ہر سورت میں موازین آداب شرعی کی رعایت ہونی چاہیئےمن مانی نہیں ہونی چاہیئے

خلاصہ اسلام کی عمارت کا آبرومنداور طاقتور ہندسہ تین اضلاع، امر نہی اور جہاد پر مشتمل ہے جو اسلام حقیقی کو کی بخوبی پاسداری کرتا ہےاور انیاء کی رسالتوں کو ہر زمان ومکان میں بحد امکان تحقق بخشتا ہے " وقاتلوا حتی تکون فتنۃ ویکون الدین للہ "[۹۷]کفر کے خلاف مسلسل جنگ کوحضرت مہدی(عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)کی حکومت عدل کے برپا ہونے تک مسلمانوں کا عمومی اور عالمی وظیفہ جانا ہےکہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں حتی الامکان نفی کفر اور اثبات ایمان کے لئے مسلسل مشترکہ جہاد وکوشش ہو کہ " ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض"[۹۸]

اوراگر لوگ ایک دوسرے کو برائیوں سے نہ روکیں زمین اور تکلیف بے جان اور فاسد ہوجائے گی

مسئلہ: ۴۸۔ اسلامی اقتصادیات، اسلامی احکام بالخصوص روحانی شائستگی کا تعلق صرف مرنے کے بعد سے ہی نہیں ہے بلکہجسم وجان ملکر اسلام کے زندگی ساز دستورات سے شایان شان بہرمند ہوتے ہیں

۹۷۔ بقرہ/۱۹۳
۹۸۔ بقرہ /۲۵۹

"مال"اسلامی نقطہ نگاہ سے حاصل کرنے، رکھنے، اور استعمال ومصرف کے اعتبار سے عادلانہ دستورات کا حامل ہے

اصولی طور پر سفاہت اوراقتصادی سبک مغزی یا ا سےس اہم خود پانے مال میں ضد شرع سفاھت شائستہ ایمانی زندگی سے محرومی کا باعث ہے " ولا توتو السفہاء اموالکمالتی جعل لکم اللہ قیاما"[۹۹](ہرگز) اپنے اموال کو خدا نے قیام اور شائستہ زندگی برپا کرنے کے لئے مقرر کیا ہےسفیہوں کو جو اس کو تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ تبذیر یا اسراف کرتے ہیناور اللے تللے خرچ کرتے ہیننہ دو ، اور اموال سفاہت بے ایمانی سفاہت اقتصادی سے کہیں بد تر ہے کہ نا دانستہ نقصان اٹھانی ہےاور نقصان پہنچانی ہے

سفیہ شرعی جو مال کے خرچ کر نے میں موازین شرعی کی رعایت نہیں کرتا مال کو حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے اور جان بوجھ کر اس انسانی اور ایمانی سرمایہ "قیام"کو تباہ کردیتا ہے اور اگر نادانستہ بھی حرام میں خرچ کرے پھر سفیہ ہے خواہ قاصر یا مقصر

مسئلہ۴۹: معاملات ۔ سفاہت، جہالت، کلاہ گذاری ،کلاہ برداریاور ہر طرح کی مفت کواری سےسے خالی تمام عاقلانہمعاملات شرع مقدسکی نگاہ میں درست ہینخواہپ صدر اسلام میں موجود تھے یا بعد میں وجود آئے ہیں جیسےبیمہ، یا وجود میں آئیں گے اور سن اور خاص کیفیت ہرگز اس کے ہمت کی شرط نہیں ہے اور حلا چیزوں کے معاملے میں صرف عاقلانہا ور عادلانہ رضایت کافی ہے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے

مسئلہ۵۰: جو چیز تمامی معاملات میں حرما ہے مفت خواری ہے جیسے رباخواری، کم فروشی، گران فروشی، خلاصہ کسی مال کو ناحق یا یا حق سے

۹۹۔ نساء/۵

زیادہ لینا اور دینا ، کیونکہ قرآن میں مال کو باطل طریقے سے کھانا حرام ہےاور اس کی۹ بد ترین قسم"ربا ہے کہ قرآن "حرم الربا"[100]نے اس کو کلی طور پر منع کیا ہےاور چونکہ حرمت ربا کی علت اور دلیل مفت خوری ہے کسی قیمت پر قابل استثناء نہیں ہےکہ "باپ بیٹا"یا "میاں بیوی"اور "مسلمان کافر" کے درمیان بھی حرام ہے ،جیسا کہ روایات بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیناور بعض اس نص قرانی کے برخلاف ہیں

مسئلہ۵۱: مفت خواری۔ ربا ، روپیہکا نفع کلی طور پر حرام ہےاگر چہ پنہاں بھی ہو جیسے کلاہ شرعی کہ کلاہ شرعی(حیلہ شرعی)کے علاوہ اس کے کچھ معنی نہیں ہینکیونکہ کلاہ شرعی(حیلہ شرعی)کی بنیاد جہر اور خیانت ہے اور کی اخدا نعوذ باللہ جاہل یا خائنہے کہ ربا خواری کے اقتصادی نقصان زیان کو کلاہ شرعی(حیلہ شرعی)کی اصطلاح سے حلال کرے مثلا ایک لاکھ کو ماچیس کی ڈبی کے ساتھ ششماھہ ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ کے عوض بعنوان حیلہ شرعی شمار کیا ہو اور یہاں پر پانچ ہزار روپیہ زیادہ اگر ماچیس کے ایک ڈبہ کی قیمت ہے کہ بہت جنون آمیز اور باطل ہے اور اگر چھ ماہ کے عوض ہےیہ خود روپیہ کی منفعت ہے اور حرام ہے اور آشکارا سود سے بھی بدتر ہے

مسئلہ۵۲: اور دو ہمجنسیاایکاصلکے معاملہمینوزن یا پیمانہ مینمفت خواری کی بد ترین قسماختلاف ارزش کے ہمراہ ہےجو اصطلاح میں " ربای معاملی"ہے کہاس معاملہ میں جنسی، وزنی ،یا پیمانہ کیزیادتی کو ربا سمجھتے ہینکہ اگر ارزش جنسی جو وزن کے لحاظ سے یا پیمانہ کے لحاظ سےکمتر ہے سو برابر جنس سے زیادہ ہے یہاں پر مفت خواری صد چندانبر عکس ہےکہ مثلا ۱۰۰ کلو گرام خالص اصلی گھی کو اگر اس جنس کے ایک سو کلو گرام سے زیادہ مٹھے سے معاملہ کیا جائےنہ صرف یہ کہ مٹھا لینے والےنے نفع نہیں

۱۰۰۔ بقرہ /۲۷۵

اٹھایا بلکہ سو برابر خسارہ اٹھایاہے اور یہاں پر تمام تر فقہاء نے مٹھا لینے والے کو سود خوار اور کلاہگزار جانا ہےاور کم روغن لینے والے کو سود دینے والااو رخسارہ اٹھانے والا جاناہے اور گویا صد ہزارریال ایک ہزار سے کمتر ہے،اور یہان پر اراش لینے والا ایک ہزار برابر فراڈ کرنے والا ہے

اور کون سا ظالم اقتصادی نظام ایک طرح کے دو جنس کے درمیان وزن یا پیمانہ کی برابری کو اختلاف ارزش کے ہمراہ درست اوران کے اختلاف کو نادرست جانتا ہے ، کہ اس طرح سے عادل حکیم کی شرع مقدس کی طرف نسبت دیتے ہیں

خلاصہ سود اور منفعت خواری تینوں ضلع مینحرام ہے ، خواہ سود ہو یا معاملہ یا معاملہ میں فریباور دست درانداز‏ی، کہ اگر کسی جنس کی ارزش ایک ہزار ہے اور آپ اس جنس کواس کیہم جنس اور ہم وزن یا ہم پیمانہ جنس سے ایک ہزار و پانچ سو کے عوض فروخت کردیں یہ پانچ سو زیادہسود اور منفعت خواری ہے کیونکہ "وان لیس للانسان الا ماسعی"[۱۰۱] مگر پیسہ کے عوض جنس کے معاملہ مینطبعا نفع ہوتا ہےلیکن اس کو بھی عادلانہ ہونا چاہیئے

مسئلہ۵۳: اموال عمومی جو فرد یا افراد سے بالککل معین نہیں ہیں وہ بھیبے حد وحساب مفت خوری ، گرانی اور ثروت اندوزی کا موجب ہوئے ہیں ،جیسےزمین، دریا، جنگل،جوکسی کی تلاش وکوشش کا نتیجہ نہیں ہیں اور اگر آپ نے اموال عمومی میں سے کسی ایک میں جد وجہد کی ہے تو آپ کو صرف دوسروں پر برتری حاصل ہے ، شرط یہ ہے کہ آپ صرف اپنی ضرورت کے بقدر استفادہ کریں کے اس کا بیشتر حصہ آپو کو لگائے ہوئے مال کو منہا کر کے دوسروں کے لئے ہے اور اگر آپ نے اپنے پاس موجود وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئےکسی دن ایک لاکھ مچھلیوں کا شکار کیا ، صرف ان میں سے چند مچھلیوں کے مالک ہینجو آپ کے روز مرہ کا مصرف ہے اور بقیہ مچھلیاں

۱۰۱۔ نجم/۳۹

دسروں کی ہیں کہ شکار کی مزدوری دے کر ان مچھلیوں کو آپ سے لے سکتے ہیں کہ مثلا مچھلی ہزار تومان فی کلو ہونے کے بجائے فی کلی ۲۰ تومان ہوتی ہے اور یہی حال تمام اموال عمومی کا ہے

اسلام ثروت ودولت حاصل کرنے کا بالکل مخالف نہیں ہےبلکہ مسلمانوں کو بحد امکانی اپنی اور دوسروں کی بہتر زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہےلیکن دوسری طرف اموال عمومی کا اعتراف کرتے ہوئےبعض افراد میں اس کے اختصاص کو حرام جانتا ہے

خلاصہ تمام کاموں اور خرید وفروخت اور تجارت میں صرف سعی وکوشش ہے جو قیمت و ارزش کی تعیین کرتی ہے نہ حلیہ، اور مفت خوری جسکے نتیجہ میناسقور طبقاتی اختلاف ہے

اسلامی اقتصاد اس قدر پرکار اور پر ثمر ہے کہ گوناگو اقتصادی مکاتب اس کے فرد اور اجتماعی نفع تک نہیں پہنچ سکتے ہینمگر ان شعبوں میں کہ جنکے ضوابط سےفائدہ اٹھایا ہو سود خوری اور حیلہ جیسے باطل طریقوں سےثروت اندوزی کریں

مسئلہ۵۴: اس غنی اقتصاد کی اصلی بنیاد کسب وکار ہے ، خواہ فکری وقلبی خواہ بدنی جس میں تمہاری کد وکاوش اور کام کے بقدر فائدہ ہے اور یہ منافع جو کام کا دوسرا رخ ہےاگر خود بخود فائدہ مند ہے فائدہ بھی پہنچاتا ہے، مثلا ایک گھر آپ نے اپنی محنت کی کمائی سے خریدا ہے خود بخود سود مند ہے کہ قابل سکونت ہے اور آہ اسی گھر کو کرایہ پر اٹھا سکتےہیں اور یہ سب آپ کی محنتوں اور زحمتوں کا نتیجہ ہے

لیکن اگر خود پیسہ ہے تو اس میں خود بخود کوئی فائدہ نہیں ہے خواہ تمہارے پاس ہو خواہ دوسرے کے پاس ہو کہ اگر اس کو قرض دیدو تو اس

قرض سے کوئی درآمد نہ ہوگی کیونکہ پیسہ کا ربا اور سود ہوگا مگر یہ کہ مضاربہ یا دیگر عقود اسلامی کی صورت میں

ربا سود کے حوالے سے اور بھی کچھ کہنا چاہیئے کہ : اگر وہ پیسہ جو قرض دیا ہےتمہارے پاس تھا اور اس سے تم کوئی ایسا کام نہیں کر رہے تھے جس میں پرافٹ ہو ، یا کم پرافٹ ہوتا ، یاخسارہ ہوتا ، یا اصل سرمایہ ہی ختم ہو جاتا ، کیا انصورتوں میں آپ کو کوئی مرتب پرافٹ تھا کہ ا سکے قرض دینے کی صورت میں یا کسی بھی صورت میں کوئی معین پرافٹ ہوتا ،گر چہ طرف اصول انقصان اٹھا رہا تھا اس وقت دوسرے کے کام سے تمہارا کیا ربط ہے

مسئلہ۵۵: مضاربہ۔ اگر قرض اک عنوانمضاربہ ہو ، یعنی بوطر امانت کسی کے پاس رکھوا دو اس سے کچھ کام کرے ، یہاں پر دسو کام کے بیچ ایک شرکت ہے، ایک اسلی جو پیسے رکھنے والے کا کام ہے اور دوسرافرعی کہ آپ کا پیسہ جو تمہاری سعی وکوشش کا نتیجہ ہے ،اور یہاں پر اقرار دونوں کے درمیان اس طرح ہے کہ ایک معین درصد ہر ایک شریک کے لئےعادلانہ طریقے سے معین ہوتا ہےکہ اگر نفع ہوا خواہ کم ہو یا زیادہ اس نفع اورپرافٹ سے فیصد کی تقسیم ہوگی اور اگرخسارہ ہوا تقسیر نہ ہونے کی صورت میں طرف کی مہارت اور لیاقت کے باوجود ، یہ خسارت سرف جس کا پیسہ ہے اس کے زمہہوگا کیونکہ "ما علی المحسنین من سبیل"[۱۰۲]اور امانتدار جو محسن ہے اس کو کسی قیمت پر نقصان نہ ہونا چاہیئے، مگر یہ کہ خیانت یا نادانی کرے کہ ایسی صورت میں اصل مضاربہ بھی باطل ہے

مسئلہ ۵۶: مضاربہ خود ایک شرکت ہے جس میں ایکطرف کام کرنے والا اور عمل ہے اور دوسری طرف مال ہے کہ کام نمایاں ہوتا ہے ، اور اگر دو یا چند افراد کسی کسم میں شرکتکریں کہ ان کے درمیان مقرر فیصد کام کی فیصد

۱۰۲۔ توبہ/۹۱

کی بنیاد پر ہو اور حیلہ وجہالت بالکل نہ ہو ایسا مضاربہ صحیح ہے ، جیسا کہ کام اور مال کی شرکت میں دوسرے کے کام اور مال کی دوگانہ شرکت کے ساتھ دونوں طرف سے عادلانہ طور پر درست ہے

مسئلہ۵۷: قرض الحسنہ کے بارے میں جو بسااوقات بذل وبخشش سے بھی زیادہ برتر اور بہتر ہے اور شرعا بہت پسندیدہ ہے اگر قرج لینے والے کی معقول درآمد ہو اور اس کی زندگی سے زیادہہو اپنی درآمد کا کچھ حصہ صاحب مال کو دیدے "اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اور ردوھا"[۱۰۳]ایسی ادائگی واجب ہے، کیونکہ خود قرض دینا ایک قسم کی عالی تحیت ہےکہ بصورت امکان اس کے مانند سے تلافی و یا بہتر کہ قرض دینے والے کی ضرورت کی سورت میں اس کو زیادہ قرض واپس کرے یا پنی کمائی میں سےحتی المقدور ایک حصہ اس سے مخصوص کرے ، لیکن اپنی کمائی سے ایسا حصہ معاملہ کے لحاظ سےضروری نہین ہے ،بلکہ یہ بحد امکان ایک شرعی حکمہے مگر بعنوان "مہابت"کہ یہ حکم الہی ان دونوں کے درمیان ،قرر ہو کہ "تحیت"ہمارے گھر میں سکونت کی بخشش اس قرض دینے کے عوض میں ہو، اس صورت میں کہ ان دونوں کے درمیان برابر کا استفادہ ہو یا مصالحہ انجام پائے

مسئلہ۵۸: مضاربہ اس صورت میں صحیحہے کہ پیسہ لینے والا اور کام کرنے والا پہلے قانل وثوق ہو اور جس ام کے لئے مضاربہ انجام پایا ہے اور کام میں اہل خبرہ اور سود مند ہو اور کوتاہی وتقصیر کے بغیر کام کو انجام دے کہ اگر فائدہ ہو اس کا مقرر حصہ تمکو ملے گا

خلاصہ اسلام تمام انسانی پہلووں میں دین کار وکوشش ہےاور مال حلال بھی نص قرآنی کے مطابق "جعل لکم قیاما"[۱۰۴]جس کو کسی سورت میں روزانہ

۱۰۳۔ نساء/۸۶
۱۰۴۔ نساء/۵

کے اخراجات کو چھوڑ کر بیکار نہ رہنا چاہیئےکیونکہ مال کا ذخیرہ کرنا اور اس کا قوم میں نہ لاناصطلاح قرآن میں"کنز"اور ظالمانہمال اندوزی ہے، اس مال کو چھوڑکر جو میراث میں ملتا ہےحتی المقدور اس کو بھی کام میں لانا چاہیئے،اور اصولا بیکاری اور سستی اسلام میں حرام ہےاور کاہل اور سستی کرنے والا فقیر ومسکین بیت المال میں بالکل کوئی حق نہیں رکھتا ہے، اور بیت المال صرف اضطراری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہے کہ اس صورت میں کسی کو بیت المال سے کچھ دیا جاتا ہے

صرف از باب اہم کہ مادی سود سے عاری ہے جیسے راہ گمکردہ افراد اور تشنگان معارف الہی کی ہدایت کےلئے شریعت مدار ہونا یہ افراد بیت المال سے کچھ مال دریافت کر سکتے ہیں البتہ اسی قدر کہ مادی لحاظ سے خود کفا ہوسکیں کیونکہ یہ بھی یا لوگوں کا ان سے بیزاری کا موجب ہے یو ان لوگوں کی خواہشات کا اسیر بنانا ہے، اور علماء دین بھی جن کےکاندھوں پر رسالات الہیکا بار ہے اسی عنوان سے کےتحت رہبری کریں

اور جہاں تک ہو سکے حکومت اور قوم سے بے نیاز ہوناور اپنے اخراجات کے لئےان کے محتاج نہ ہو ں تاکہ شریعت الہی کو آزادانہطور پر تحقق عطاکریں

اسلام کی بنیاد کتاب وسنت نیز عقل و علم ، کسب وکار اور روحانی اور جسمانیتنظیم وترتیب پر ہےسستی اور بیکاری کی اسلام میں بالکل گنجائش نہیں ہے ، میدان زندگی اسلام امور خیر میں مسابقہ اور سبقت کا میدان ہے ، ایسا نہیں ہے کہ ایک گروہ بیاکار ومعطل ہو اور دوسرا گروہ اس کے لئے کام کرےسکیونکہ"ان لیس للانسان الا ماسعی"[١٠٥]یا "یا ایها الانسان انکا کادح الی ربک کدحا فملاقیہ"[١٠٦]جیسی آیات میں زندگی کی بنیا دانسانی اور ایمانی سعی وکوشش کو بتیلا یا گیاہے

١٠٥۔ نجم/٣٩
١٠٦۔ انشقاق/۶

مسئلہ۵۹: "من استطاع الیہ سبیلا"[۱۰۷]فریضہ حج میں مالی استطاعت اور حج کی دوسری استطاعتوں کو جو اسلام کا بین المللی کانفرنس ہے، مادہ وجوب حج بیان کیا ہےخلاصہ کلام "اعدوا لھم ماستطعتم من قوۃ"[۱۰۸]نے زندگی کے تمام مراحل میں آمادگی کو تمام مسلمانوں کے لئے دائمی فریضہ قرار دیا ہے تاکہ تمام غیر مسلموں کے مقابلہ میں نفوذ ناپذیر قدرت کے مالک ہوں

مسئلہ۶۰: صدقہ وہدیہ مناسب اور شائستہ مقامات پر پسندیدہ اور کبھی کبھی واجب بھی ہو تا ہے،بذل وبخشش بھی نیکو کاری کے اہم حصہ کو شامل ہے اور ہر سورت مین اپنے والوں سے واپس لینےکا حق نہیں ہے کیونکہ اوفوا باعقد کا تقاضہ ہے کہ تمام قرار دادوں میں وفادار رہنا چاہیئے سوائے اس کے کہ بخشش موقت یا مشروط ہو جس کی باز گشت کا وقت ہو چکا ہو یا شرط پوری ہو چکیہو،خلاصہ بخشش بے مورد ہو

مسئلہ۶۱: وقف۔ آپ ایسی چیز کو وقف کر سکتے ہیں جس کے مالک ہو ں اور وقف شائستہ کی زمن فراہم نہ ہو ، نہ یہ کہ ناھنجار ہو یا شائستہ نہ ہو یا ضرورت ہو جیسے مشہد کے کتوں کے لئے جائداد وقف کرنا جب کہ محتاج اور بے نوا افراد دائمی بھوک پیاس سے بے حال ہینکہ اس طرح کا وقف نہ یہ کہ انسانی نہیں ے بلکہ جہالت مطلق ہےنیز ایسی زمین و وقف کر سکتے ہیں کہ جس کو آباد کیا ہو اور ایسے وقف کی مسلمانوں کو ضرورت ہو کہاگر اس سے اہم تر ضرورت موجود ہواصولی طور پر وقف باطل ہے اور جس زمین کو اس مقصد سے آباد کیا ہے تمہاری اولویت کامورد نہیں ہے تا کہ وقف کرسکو یا کوئی دوسرا کام اس کے سلسلہ میں انجام دے سکو

۱۰۷۔ آل عمران/۹۷
۱۰۸انفال/۶۰

مسئلہ٦٢:رھن ۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے بطور ضمانت کسی مال کا گروی رکھنا ہے اس طلب کے حوالے جو تم کسی سے رکھتے ہو،والا "فان امن بعضکم بعضا فلیودالذین اوتمن امانتہ والیتق اللہ ربہ" اگر تمہیں اطمینان ہے کہ تمہاری طلب لوٹ آئے گیتو جو امانت تم نے اطمینان کے لئے اپنے پاس رکھی ہے اس کو لوٹا دو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو آپ ایک گھر رھن کرتے ہیں اور ایک مبلغ اسی عنوان سے ادا کرتے ہیں ،اگر آپنے اسے ایک محدود اور معین مدت میں خرید لیا اس کو اصطلاح میں "بیع الشرط"کہتے ہیں اور اس کاحکم معلوم ہے اور اگر اجارہ کیاہے مال الاجارہ ایک مشت یاتدریجا ادا کرو کہ اس درمیان بعنوان رھن کوئی چیز معنی نہیں رکھتی ہے

بجز یہ کہ نفع روپیہ اور درآمد ربا کے عنوان سےجو مبلغ تم نے پرداٹ کیا ہے وہی گھر ا مال الاجارہ ہے کہ حرام ہے، اور اگر صاحب خانہ کے اطمینان کے لئے ہے کہ اس کا گھروقت مقرر میں اس کے پاس لوٹ آئے، کافی ہے کہ کوئی سند درکار ہوجو مبلغ ناچیز کے اس کے درمیان ہے ، اس سے زیادہ اطمینان بخش ہے ، مگر یہ کہ بیع شرط کی قیمت کے عوض جتنا مبلغ ادا کرتے ہواس گھر کا بعض حصہ موقت خردتے ہواور بقیہ کو اجارہ کرتےہو،یا مال الاجارہ اور قرض تجارتی نفع کے درمیان عادلانہ مصالحت مقرر ہو جیسے مضاربہ

مسئلہ٦٣:تقسیم اموال ۔ "للذکر مثل حظ الانثیین"کا قاعدہ کہ لڑکے کے لئے لڑکی کا دوگنا ہے موت کے بعد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سہام ارث تمہاری زندگی مینتمہاری عطایا کا بقیہ حصہ ہیں ،کیونکہ:" یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ النثیین" [١٠٩]اور یہاں پر آپ مال عطا کرنے والوں سےاس تکلیف کا تعلق ہے نہ صرف موت کے بعد کوئی خطاب اور تکلیف آپ کی طرف متوجہ نہیں

١٠٩۔ نساء/١١

ہے اور موت کے بعد بھی زندگی کا استمرار کہ یہ وصیت اور ربانی والہی سفارش تمہاری اولاد کے لئے مقرر ہوئی ہے لہذا آپ اپنے اموال کی بخشش اورعطا میں ۔ حین حیات اس قاعدہ کے برخلاف ۔ جس طرح چاہیں عمل نہیں کر سکتے ہیں صرف اپنے مال کے ثلث میں رسمی اور غیر رسمی وارثوں کے لئے وصیت کر سکتے ہیں اس وقت بھی اس ثلث میں عادلانہ تصرف کر سکتے ہینتا کہ بعض وراث اور دوسروں کیکمیوں کی تلافی کرسکیں

اوریہ اولادکماس حوالہ سے کہ لڑکوں کی میراث لڑکیوں کے دو برابر ہے سب کو شامل ہے خواہ اولاد دختری ہی کیوں نہ ہوکہ لڑکیکا بیٹا تمہارے بیٹی کی طرح اور لڑکے کی لڑکی تمہاری لڑکی کی طرح میراث پائے گی

مسئلہ۶۴: وصیت جو مرنے کے بعد مالی سفارش کے معنی میں ہے تمہاری زندگی میں ان لوگوں کی بہ نسبت جو تمہارے نان ونفقہ میں ہیں یا ان کی مدد کرنی چاہیئے اقتصادی وظائف کا استمرار ہے

اصولا وصیت اور مالی سفارش صاحبان مال پر کبھی کبھی واجب ہے جیسا کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے " کتب علیکم اذاحضراحدکم الموت ان ترک خٰرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین "[۱۱۰] جو شخص خیر(مال ومتاع)چھوڑ کر جاتا ہے اس پر ہنگام موت والدین اور قرابتداروں کے لئے وصیت واجب ہے خواہ قرابت کے اعتبار سے نزدیک تر ہوں خواہ لیاقت وشائستگی اور جائز ومشروع ضرورریاتکے لحاظ سے اس طرح سے اپنی دینی وظیفے کو ادا کرو گے اور یہ خیر جو وصیت کا مورد ہے تنہا وہ مال ہے جو رسمی ورثہ کے ضرورتوں سے زیادہ ہو نہ ہر مال ، کیونکہ اگر رسمی ورثہ کے ضروریات کے بقدر یا اس سے کمتر ہو اس مال کے بارے من وصیت شر ہے نہ خیر

۱۱۰۔ بقرہ/۱۸۰

مسئلہ۶۵: ایک دوسری وصیت بھی خداوند عالم کی جانب سے تمہاریعورتوں کے بارے میں ہے "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج "[111]یعنی ایک سال تک شوہر کے مرنے کے بعد رہائش اور عورتوں کے دوسرے مخارج ،ترکہ میت سے پورا کئے جائیں گے جو اس کے سہم الارث کے علاوہ ہینمگر یہ کہ شائستہ طریقہ سے موروثی گھر کوترک کری نہ کہ گھر سے باہر نکال دو لیکن مخارج اس صورت میں بھی ترکہ میت سے ادا کئے جائیں گے مگر یہ کہ بےنیاز ہویا رضایت دیدے

مسئلہ۶۶: اور جسطرح سے تمہیں حق نہیں ہے کہ اپنی زندگی کے امور میناپنے مال میں سفیہانہ تصرف کرو وصیت میں بھی ایسا ہے کہ عادلانہ اور خدا پسندانہ وصیت کرو کہ یہ خود واجب اور مستحب پرداخہ ا استمرار ہے نہ یہ کہ شائستہ اور شائستہ تر محروم کرو، اور دوسروں کے نفع میں وصیت کرو " لمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم" [112]جو (وصی یاوارث)وصیت کرنے والے کے گناہ اور تدی سے مورد وصیت افراد یا ورثہ یا مورد وصیت افراد کے درمیان عدالت کے معیار پر تغییر دے، بیشک خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

تمہیں حق نہیں کہ اپنے مال میں تبذیر و اسراف کرو کیوں کہ جہاں یہ خود حرام ہے وہیں پسماندگان کے لئے بھی ضرر ہے، کہ قرض لینا ، قرض دینا اور زیان بخش وصیت بھی حرام ہے۔

۱۱۱۔ بقرہ/۲۴۰
۱۱۲۔ بقرہ /۱۸۲

مسئلہ ٦٧۔ شادی: زندگی ایک اہم ضرورت اور اس کا استمرار شادی ہے۔ خواہ دائمی ہو یا موقت ہو، کیوں کہ اگر دائمی شادی کے لئے حالات سازگار نہیں ہیں تو موقت شادی خود حکم ثانوی ہے کہ مرد و عورت کو بسا اوقات موقت شادی کی حتمی ضرورت پڑتی ہے اور جس طرح کہ کرایہ کا گھر زندگی کے لئے ضرورت ثانوی ہے عقد منقطع بھی حتمی یا شائستہ و مناسب ہے بلکہ کبھی کبھی مرد و زن کے لئے ضروری تر ہے۔ خلاصہ چونکہ بلوغ جنسی بلوغ اقتصادی سے کہیں زیادہ اہم ہے عقد منقطع بھی ایک ایسی ضرورت ہے جو مرد و زن کو اقتصادی اعتبار سے خودکفا ہونے سے پہلے گناہ سے روکتا ہے۔

مسئلہ ٦٨: مرد و زن ہمسری میں معیاری حقوق رکھتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: "و لهن مثل الذی علیهن بالمعروف"[١١٣]۔

عورتوں کے لئے حقوق ہیں جیسے بطور شائستہ جو ان کی ذمہ داری ہے اور جس طرح مرد شادی شدہ زندگی میں تمام حلال کاموں میں آزاد ہے، عورت بھی آزاد ہے کہ خدا پسند کاموں کے لئے شوہر سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر ان مقامات پر جہاں عورت کی عفت و آبرو کو عاقلانہ طور پر خطرہ ہو۔ کہ مرد کو ایسی جگہوں پر عورت کو روکنا چاہئے اور اس کے برعکس مرد کی نسبت عورت کا بھی یہی وظیفہ ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں بھی حق طرفینی ہے کیوں کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے : "المومنون و المومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر"[١١٤] کہ یہ امر و نہی اور پاسداری یہاں پر واجب تر ہے۔

مسئلہ ٦٩: عقد دائم یا عقد منقطع میں کسی کی یہاں تک کہ والد کی جازت شرط نہیں ہے مگر زشت و ناپسندیدہ اور بے راہ و روی کی صورت میں کہ والدین اور اسی طرح دوسرے آگاہ افراد نہی عن المنکر کا وظیفہ رکھتے ہیں۔

١١٣۔ سورہ بقرہ/ ٢٢٨۔
١١٤۔ سورہ توبہ/ ٧١۔

مسئلہ ۷۰: عقد منقطع میں حق مہر کے لئے "استمتاع" حتمی ہے کیوں کہ آیت "فما استمتعتم بہ منھن فاتون اجورھن فریضۃ"[۱۱۵] نے جنسی فائدہ اور ہر شہوانی فائدہ کو بشرط استمتاع جانا ہے اور کم سے کم شہوت کی نظر سے دیکھنا شرط ہے لیکن عقد دائم میں جنسی فائدے اٹھانا حق مہر کے لئے شرط نہیں ہے۔

مسئلہ ۷۱: کسی بھی عقد میں عورت کی پشت سے عمل جنسی جائز نہیں ہے کیوں کہ پیغمبر اکرم کی حدیث کی رو سے یہ عورت چھوٹی لوطی ہے۔ "ھی اللیطوطیۃ الصغریٰ" اور اس حرمت کی اصلی دلیل "نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم و قدموا لانفسکم"[۱۱٦] ہے کہ تمہاری عورتیں تمہارے لئے تخم افشانی کا کھیت ہیں اور شرمگاہ پشت زن تخم افشانی اور بارآوری کے لئے ناموزون ہے کہ "حرث" نہیں بلکہ "حرص" ہے اور چونکہ "فاتوا حرثکم" حالت حیض میں تحریم کے بعد ہے یہ صرف جواز حرث ہے کہ بیوی کے ساتھ جنسی عمل کو صرف آگے سے جائز جانا ہے اور بس۔

مسئلہ ۷۲: حلال اور حرام شادی: اصولاً شادی درج ذیل شرعی موانع کے بغیر اس صورت میں حلال ہے کہ بے عدالتی، نابسامانی اور حکم شرعی کی پائمالی کا موجب نہ ہو کہ "اولئک یدعون الی اللہ"[۱۱۷] مسلمان عورت کی غیر مسلم مرد سے شادی کی حرمت میں اصلی حکمت کے عنوان سے آیا ہے اور جو شادی بھی آتشیں اور گمراہ کن ہو اس مبنی کے تحت حرام ہے لیکن مسلمان مرد کی زن کتابیہ سے شادی میں (کہ سورہ مائدہ کی آیت ۵ کے مطابق حلال ہے) نوعاً ایسے انحرافی نتائج نہیں ہیں۔ خلاصہ انحرافی نتائج نے کلی طور پر شادی کو حرام کیا ہے۔

مسئلہ ۷۳: اور ان عورتوں کے علاوہ جو نسبی لحاظ سے مردوں کے ساتھ شادی کی صف سے باہر ہیں رضاعی ماں اور بہن بھی ہیں اور اس کی

۱۱۵۔ سورہ نساء/ ۲۴۔
۱۱٦۔ سورہ بقرہ/ ۲۲۳۔
۱۱۷۔ سورہ بقرہ/ ۲۲۱۔

دلیل ہے "و امھاتکم اللاتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ"[۱۱۸] اور علت شیر خوارگی کے سبب صرف ان دو سے شادی نہ کرنی چاہئے، رضاعی بیٹی یا رضاعی پھوپھی اور خالہ جیسی کوئی بات نہیں ہے، رضاعی بیٹا یا بھائی یا --- تو دور کی بات ہے کیوں کہ شیر خوارگی نے صرف اس طرح کے مرد و زن کے درمیان شادی کو حرام کیا ہے۔ اور اگر کوئی لڑکا تمہاری بیوی کا دودھ پئے، یہاں پر حرمت رضاعی صرف اس کے اور تمہاری بیوی کے درمیان ہے جو اصطلاح میں اس کی رضاعی ماں ہے۔ نہ تمہارے اور اس لڑکے کے درمیان کیوں کہ دو مرد یا دو عورت کے درمیان شادی بالکل ہی بے معنی چیز ہے کہ مثلا یہاں پر شیر خوارگی کے ذریعے حرام ہو۔ بنا بر این، اس لڑکے کی بیوی جس نے تمہاری بیوی کا دودھ پیا ہے، نہ تمہاری محرم ہےاور نہ طلاق اور اس (لڑکے) کی موت کے بعد اس کی شادی تم سے حرام ہے، اور اگر رضاعی بیٹے کے کوئی معنی ہوتے تو بھی "و حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم" نے صرف تمہاری صلبی بیٹوں کی بیویوں کو حرام قرار دیا ہے۔

اور اگر شیر خوارگی تمام اصلی موارد میں جاری و ساری ہوتی اور اس کے تمام موارد نازل منزلہ موارد اصلی ہوتے تو اس آیت میں صرف ان دو پر کیوں اکتفا کی جاتی، اور اختصار گوئی کی وجہ سے ہو تو "ھن من الرضاعۃ" بھی مختصر تر ہے اور تمام گذشتہ موارد کو شامل ہے کہ رضاعی ماں اور بہن کے علاوہ۔ بیٹی، پھوپھی اور خالہ بھی مشمول حرمت رضاعی ہوتیں۔

اور یہاں پر اولویت یا برابری بھی درکار نہیں ہے کہ ان دونوں پر اکتفا اولویت یا مانند پھوپھی دوسروں سے برابری کے باب سے ہو۔

مسئلہ ۷۴: اس عورت (بیوی) کی لڑکی سے شادی جس سے ہمبستر نہیں ہوئے ہو حلال ہے اور ہر طرح سے (دائم یا موقت) اس سے شادی کر سکتے ہو کہ اس کی ماں کی جدائی سے پہلے بھی یہ شادی حلال ہے، لیکن اس کے ساتھ ہمبستری کے بعد اس کی ماں فوراً طلاق کے بغیر جدا ہو جائےگی، کیوں کہ

۱۱۸۔ سورہ نساء/۲۳۔

اب وہ ساس ہو گئی ہے اور طلاق کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور اس عورت (بیوی) کی لڑکی جس سے ہمبستر ہوئے ہو تم پر حرام نہیں ہے کیوں کہ صرف "ربائب" حرام ہیں (ربائب بیوی کے پہلے والے شوہر سے جو لڑکیاں ہیں ان کو ربائب کہتے ہیں) اور ربائب کی لڑکیاں بھی ربیبہ کے عنوان سے حرام ہیں۔

البتہ شرط یہ ہے کہ لڑکی یا اس کی بیٹی کی تربیت تمہارے دامن میں ہوئی ہو اور تم نے اپنی بیوی یعنی اس لڑکی کی ماں سے ہم بستری کی ہو کہ اگر تمہاری بیوی کی پہلے والے شوہر سے لڑکی تمہارے دامن تربیت میں ہو، اس عورت سے دخول کی شرط کے ساتھ یہ لڑکی تم پر حرام اور تمیاری محرم ہے۔

مسئلہ ۷۵: اگر کسی شوہر دار عورت سے یا عدہ طلاق یا وفات میں شادی کرو تو موجودہ صورت میں یہ شادی باطل ہے اور جو مانع ہے اس کے برطرف ہونے کے بعد (اس شرط کے ساتھ کہ دونوں توبہ کریں) اس کے ساتھ شادی کر سکتے ہو۔

اور اصولاً شادی اس صورت میں حلال ہے کہ بے عدالتی نہ ہو، کجا تعدد کہ یہاں پر مردوں اور عورتوں کے لئے اہم ترین میدان مسابقہ عدالت ہے۔

مسئلہ ۷۶: طلاق: قاعدہ "اوفوا بالعقود"[۱۱۹] کے مطابق عقد دائم میں کہ دائمی پیوند و اتصال ہے، جیسا کہ تمام دائمی عقود اور قرار دادوں میں بھی ایسا ہی ہے، اور یہاں تک کہ اگر عورت "ناشزہ" ہو یا مرد "ناشز" ہو جائے، حتی المقدور ایک دوسرے کی اصلاح کریں اور اگر نہ کر سکیں تو ہر خانوادہ سے ایک حکم منتخب کیا جائے جو دونوں کے درمیان صلح و مصالحت کرانے کی کوشش کریں اور آخر میں اگر اصلاح امکان پذیر نہ ہو، ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔

مسئلہ ۷۷: "نشوز" اور شادی کی ذمہ داریوں سے عورت کی سر پیچی کے بارے میں مرد موظف ہے نہی عن المنکر کی تمام راہوں کو بروئے کار

۱۱۹۔ سورہ مائدہ/ ۱۔

لائے اور اگر نشوز شدت اختیار کرے اور شادی شدہ زندگی کے لئے ترسناک ہو یہاں پر نہی عن المنکر میں بھی شدت اختیار کرنی چاہئے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "واللاتی تخافون نشوزھن فعظوھن و اھجروھن فی المضاجع و اضربوھن"[۱۲۰]۔

جن عورتوں کے نشوز کا تمہیں خوف لاحق ہے ان کو موعظہ کرو۔ اس کے بعد ان کے ساتھ سونا چھوڑ دو اور آخر میں ان کے ساتھ تادیبی کارروائی کرو اور ان کو تادیباً مارو۔

آیت ان کے درمیان نہی عن المنکر کے مراتب کو بیان کرتی ہے، اور اس کے بعد دوسرے اصلاح کرنے والوں کی گردنوں پر ان کے اصلاح کی ذمہ داری ہے، کیوں کہ "و ان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکماً من اہلہ و حکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما"[۱۲۱]

اگر تم (شریعتمدارو) ان دونوں کے درمیان دوئیت اور جدائی سے بیمناک ہو کہ کلی طور پر خانوادہ کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو مصلح افراد کو اپنے اپنے خاندانوں سے بھیجو۔

اور اسی طرح مرد کے بارے میں بھی نشوز جاری و ساری ہے کہ "و ان امرءۃ خافت من بعلھا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحاً"[۱۲۲]

آیت مذکورہ نے مختصر طور پر زن و مرد کے درمیان تینوں اصلاح میں سے ہر ایک کو عورتوں کے سپرد کیا ہے اور "و المومنون و المومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر"[۱۲۳] کے باب سے فریضہ امر و نہی میں مرد و زن دونوں کو شریک قرار دیا ہے، بالخصوص نزدیک افراد کی نسبت، اور بالاخص شادی کے معاملے میں جو سب سے نزدیکی رابطہ ہے،

۱۲۰۔ سورہ نساء/ ۳۴۔
۱۲۱۔ سورہ نساء/ ۳۵۔
۱۲۲۔ سورہ نساء/ ۱۲۸۔
۱۲۳۔ سورہ توبہ/ ۷۱۔

خلاصہ امر و نہی میں "ولایت" اس سے مخصوص ہے جو خود شائستہ ہے، تاکہ دوسروں کو بھی شائستگی کی دعوت دے سکے، خواہ مرد خواہ عورت، جس سن و سال اور مقام و منزلت میں بھی ہوں، بالخصوص شادی اور خاندانی ، گھریلو مسئلے میں کہ عورت بھی مرد کی طرح مرد کے ڈرانے والے نشوز کی نسبت (اپنی طاقت کے بقدر)نہی عن المنکر کے تینوں مراحل کو اس کی نسبت عملی کرے اور آخر میں تادیبی مار کے لئے(عدم امکان کی صورت میں) دوسروں سے مدد لے۔

مسئلہ ۷۸: طلاق حقوق الٰہی کی پائمالی کے خوف کی صورت میں واجب ہے کہ "الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ" خواہ ناسازگاری دونوں طرف سے ہو کہ طلاق مبارات ہے یا عورت کی جانب سے ہے کہ اپنے شوہر کو بھی احکام الٰہی سے بغاوت پر مجبور کرے کہ یہاں پر اصطلاحاً طلاق خلع ہے۔ لیکن مرد کی جانب سے اگر چہ رجعی ہے کہ صرف یہاں پر مرد کو اصلاح کا ارادہ رکھنے کی صورت میں حق رجوع حاصل ہے، کیوں کہ "و بعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحاً"[۱۲٤] اور اگر اس رجوع میں اصلاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں کجا یہ کہ قصد اذیت رکھتے ہوں، کسی قیمت پر حق رجوع نہیں رکھتے ہیں کیوں کہ "و لا تضاروھن لتضیقوا علیھن"[۱۲۵] جیسا کہ استمرار ازدواج کے نقصان کی صورت میں عورت کو بھی حق طلاق حاصل ہے۔

مسئلہ ۷۹: مرد طلاق رجعی میں دخول کی صورت میں تمام مہر اور عدم دخول کی صورت میں نصف مہر ادا کرے اور طلاق مبارات میں مہر کا کچھ حصہ اپنی عورت سے واپا لے سکتا ہے لیکن طلاق خلع میں صرف تمام مہر کو واپس لینے کا حق رکھتا ہے اور فدیہ کے عنوان سے مہر سے زیادہ کا مطالبہ مرد پر حرام ہے گرچہ شادی کے ہدایا اور تحفے ہوں۔

مسئلہ ۸۰: طلاق رجعی میں نہ مرد کو حق حاصل ہے کہ عورت کو شادی شدہ زندگی سے باہر کرے اور نہ عورت کو حق حاصل ہے کہ گھر کو ترک

۱۲٤۔ سورہ بقرہ/ ۲۲۸۔
۱۲۵۔ سورہ طلاق/٦۔

کرے مگر اس صورت میں کہ عورت ناقابل تحمل بغاوت اور سر پیچی کا مظاہرہ کرے کہ "و لا تخرجوھن من بیوتھن و لا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ"[۱۲۶]۔

مسئلہ ۸۱: عدہ طلاق: جیسا کہ مرد کے لئے اپنی بیوی سے جدائی کے بعد عدہ نہیں ہے، عورت کا بھی یہی حکم ہے، مگر ان موارد میں کہ حاملہ ہونے کا احتمال ہو کہ اس کی معمولی علامت حیض ہے لیکن شوہر کی موت میں اس کا عدہ کلی طور پر "اربعۃ اشھر و عشراً"[۱۲۷] ہے چار ماہ دس رات ہے نہ دس دن۔

مسئلہ ۸۲: عدہ وفات، صرف وفات شوہر کے احترام میں ہے، اگر چہ عورت کی وفات پر شوہر کو بھی اسی احترام کی رعایت عورت کے لئے کرنی چاہئے، بجز اس کے اس سے اہم تر تولید مثل ہے جو عورت کی نسبت مرد کے لئے بہت زیادہ ہے اور اسی لئے مرد کے لئے عدہ وفات نہیں ہے۔

لیکن عدہ طلاق احترام کی غرض سے نہیں ہے اور اگر احترام منظور نظر ہوتا تو زن یائسہ کہ مثلاً جس نے تمہارے ساتھ چالیس سال زندگی کی اور اس سے تمہارے بچے بھی ہیں طلاق کے فوراً بعد شادی کرنے کا حق کیوں رکھتی ہے اور اگر حاملہ ہے اور طلاق کے چند لحظہ بعد فارغ ہو گئی ہے تو اب بلا کسی توقف کے شادی کر سکتی ہے اور اسی طرح وہ عورت جس کے ساتھ ہم بستری نہیں کی یا نابالغ ہے، کہ ان تمام موارد میں بالکل عدہ نہیں ہے، پس اگر پہلے اپنی بیوی سے ہم بستر ہوئے ہو اور اس کے بعد کافی عرصہ تک اس کے ساتھ ہم بستر نہیں ہوئے اور اس کو طلاق دے دی ہے یہاں پر عدہ کا حکم کیوں ہے؟ جبکہ کسی حمل کا احتمال بالکل نہیں ہے، البتہ ملحوظ رہے کہ حیض حمل کے لئے صرف ایک معمولی علامت ہے اور اس اصل کی بنیاد پر وہ عورتیں جن کو اس وقت حیض نہیں آتا ہے لیکن پھر بھی حمل کا احتمال رکھتی ہیں، انہیں بھی عدہ رکھنا چاہئے، اور اس کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اگر

۱۲۶۔ سورہ طلاق/ ۱۔
۱۲۷۔ سورہ بقرہ/ ۲۳۴۔

عورت یاس قطعی کے سن میں نہیں ہے اور تم بھی مطمئن ہو کہ حاملہ نہیں ہوگی، یہ اطمینان ہرگز کافی نہیں ہے کیوں کہ ایسے اطمینان کے خلاف کبھی کبھار عورت حاملہ ہو جاتی ہے جیسا کہ ایسا بارہا ہوا ہے،صرف اس صورت میں عدہ نہیں ہے کہ حاملہ نہ ہونے کا قطع صد فیصد واقعیت کے برابر ہو، جیسے ایک عورت ہے جس سے تم نے کئی ماہ سے ہم بستری نہیں کی ہے، یا اس کے رحم کو بالکل سے مسدود کر دیا گیا ہے، یا خود تم نے عورت کے حاملہ ہونے کے احتمال کو اپنے اوپر بند کر لیا ہے کہ عورت کی طرح آپریشن کے ذریعے (قطعی طور پر) تم حاملہ کرنے کے شائستہ نطفے سے محروم ہو چکے ہو۔ خلاصہ صرف ان موارد میں کہ صد فیصد تمہارا یقین وقعیت کے برابر ہو، عدہ لازم نہیں ہے۔

بنا بر ایں اگر اپنی بیوی سے کئی مہینہ سے نزدیکی نہیں کی اور اس کو طلاق دے دو یہاں پر کسی فاصلہ کے بغیر طلاق کے بعد عورت کو دوبارہ شادی کرنے کا حق حاصل ہے اور یہاں پر اب طلاق رجعی کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

اور آیت "و اللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر"[۱۲۸] نے صرف اس مورد کو محکوم بہ عدہ کیا ہے جس میں حاملہ ہونے کا شک ہو، کیوں کہ حیض عدم حمل کے لئے ایک معمولی علامت ہے نہ حتمی، کہ اگر حیض نہ بھی ہو تو احتمال حمل ہے، گرچہ ضعیف تر ہو، لیکن یہ احتمال باقی ہے[۱۲۹]۔

۱۲۸۔ سورہ طلاق/ ۴۔
۱۲۹۔ اور "انما العدۃ من الماء" (عدہ آب منی سے ہے) جیسی روایات بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں (وسائل،۴۰۳/۱۵) نیز "و لا تحمل مثلھا"(اس کے مثل حاملہ نہیں ہوتی) جو حدیث اول کو معنی کرتی ہے یعنی منی کے لئے عدہ صرف حمل کی وجہ سے ہے ۴۰۵؛ نیز لا تلد مثلھا: اس کے مثل نہیں جنتی ہے (۴۰۶) اور "التی مثلھا لا عدۃ علیھا: اور وہ عورت جس کی جس کی ہم سن عورتیں حاملہ نہیں ہوتی ہے عدہ نہیں رکھتی ہے۔ (۴۰۹)" اور وہ عورت جو بالکل حاملہ ہونے کی امید نہیں رکھتی (۴۱۰) اور "ان ارتبتم" آیت میں منظور شک حمل ہے کہ "لان العدۃ جعل للحبل فلیس بعدہ ارتیاب" خدا نے حمل کے لئے ایک خاص وقت مقرر کیا ہے کہ اس کے بعد شک درکار نہیں ہے۔ اس اصل کی بنیاد پر اگر ہم بستری کے علاوہ تلقین جیسے وسائل حمل کا احتمال ہو عدہ بھی لازم ہے۔

اور آیت عدہ طلاق میں بھی احتمال حمل نطفہ اور اس سے برتر شرط ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے : "و المطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء و لا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن" کہ "لا یحل لھن" میں "ھن" کا مرجع وہ مطلقات ہیں جو حمل سے ہیں کہ اگر نطفہ ہو تین حیض ہے اور اگر حاملگی ہے آیت "حتی یضعن حملھن"[۱۳۰] اس عدہ کو وضع حمل کے وقت مقرر کرتی ہے گرچہ طلاق کے ایک لحظہ کے بعد ہو۔

مسئلہ ۸۳: شادی (نکاح) میں دو شاہد عادل لازم نہیں ہیں لیکن عدہ رجعیہ میں رجوع کرنے اور اسی طرح طلاق کے لئے دو شاہد عادل کی ضرورت ہے کیوں کہ "و اشھدوا ذوی عدل منکم"[۱۳۱] رجوع اور طلاق کے بعد آیا ہے اگر چہ رجوع کے لئے شہادت کبھی کبھار ممکن نہیں ہے جیسے عمل نزدیکی کے ذریعہ رجوع۔ اور صرف دو شاہد کے نزدیک شوہر کے اقرار سے متحقق ہوتا ہے بلکہ کلی طور پر ہر طرح کے رجوع کے بعد انہیں دو شاہد کا اقرار کافی ہے۔

مسئلہ ۸۴: عدہ طلاق و وفات اپنے آغاز میں ایک دوسرے کے مانند ہیں کہ دونوں طلاق یا وفات کے وقت سے ہیں نہ یہ کہ عدہ وفات اس وقت سے ہے جب وفات کا علم ہو اور عدہ طلاق خود طلاق کے وقت سے، اور کوئی دلیل موجود نہیں ہے جو ان دونوں عدہ کے آغاز کے درمیان فرق کی قائل ہو اور آیات طلاق و وفات مرحلہ آغاز کے حوالے سے یکساں ہیں۔

مسئلہ ۸۵: موکولات۔ صید و ذبح: ہوائی اور زمینی شکار اس صورت میں حلال ہے کہ زندگی کی عادی ضرورت کے لئے ہو، اور حیوانات کی جان سے تفریح اور لہو و لعب کے لئے نہ ہو اگر چہ ان کو مصرف کرو، جیسے کہ ضرورت زندگی کی صورت میں بھی اگر اس گوشت کو مصرف نہ کرو ایسا شکار بھی حرام ہے۔

۱۳۰۔ سورہ طلاق/ ۴۔
۱۳۱۔ سورہ طلاق/ ۲۔

اور دریائی شکار میں تمام مچھلیاں حلال ہیں۔ خواہ تم شکار کرو یا خود پانی سے باہر آ جائیں۔ کیوں کہ دونوں صورتوں میں شکار ہیں اگر چہ معلوم ہو کہ فلس سے عاری ہیں اور صرف یہی کافی ہے کہ مچھلی پانی میں نہ مری ہو، لیکن اگر مار کے اثر سے مر گئی ہو ہر صورت میں حلال ہے۔ جیسے کہ اگر پانی میں بھی مرنے والی ہو اور چند لحظہ بعد پانی کے باہر مر جائےحرام ہے کہ بالآخر پانی سے مستند موت اس کو حرام کرتی ہے۔ کہ طبعاً بیماری کی وجہ سے ہے۔ نہ ہر طرح کی موت جو پانی میں ہو۔

مسئلہ ۸۶: کسی بھی شکار میں مسلمان ہونا بالکل شرط نہیں ہے اور دریائی شکار کے علاوہ دوسرے شکار میں صرف بسم اللہ کہنا شرط ہے۔ اور حیوان درندہ کو جو شکار کے لئے بھیجتے ہو، خواہ ہوائی خواہ زمینی، صرف کار آزمودہ ہونا چاہئے کیوں کہ "و ما علمتم من الجوارح مکلبین"[۱۳۲] نے خصوصیت کو شکاری کتوں سے خارج کیا ہے کیوں کہ مکلبین حیوان صیاد کو تعلیم دینے والوں کی صفت ہے نہ خود حیوان درندہ کی، کہ تم اس حیوان کو شکار کرنا حتی الامکان انسانی طریقے سے سکھاؤ اور یہی مکلبین کے معنی ہیں کہ انسانی زندگی کی تعلیم میں فاعل ہے نہ خود کتا وغیرہ۔

مسئلہ ۸۷: حیوانات حلال گوشت کے "ذبح" میں بھی "بسم اللہ" رو بقبلہ ہونے اور گردن میں حیاتی رگوں کے کٹنے کے علاوہ، مسلمان ہونے جیسی کوئی دوسری شرط نہیں ہے اور گردن کے کاٹنے میں کوئی خاص خصوصیت ملحوظ نہیں ہے کہ جس طرف سے بھی کاٹو کافی ہے، البتہ چونکہ آگے سے حیوان کے لئے کچھ بہتر ہے اور زیادہ تکلیف کا باعث نہیں ہے بہتر ہے، اور اگر پیچھے سے کاٹنا حرام بھی ہو، اس کا گوشت حرام نہیں ہے۔

مسئلہ ۸۸: غیر اسلامی ممالک سے وارد ہونے والے چمڑے جن کے ذبح شرعی کے بارے میں تم کو علم نہیں ہے پاک ہیں، اور ان کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے کیوں کہ ان میں "تذکیہ" کا یقین ہونا بالکل شرط نہیں ہے بلکہ

۱۳۲۔ سورہ مائدہ/ ۴۔

صرف عدم تذکیہ کا علم اس کو استعمال کی صف سے باہر لاتا ہے اور نتیجے میں نجس ہورتا ہے اور اس کے ساتھ نماز نہیں پڑھی جا سکتی ہے کیوں کہ "الا ما ذکیتم" جو قتل و ذبح شرعی کے علم کو لازم جانتی ہے صرف ان حیوانات کے گوشت کی حلالیت کے لئے ہے۔

مسئلہ ۸۹: حیوانات حلال گوشت: تمام حیوانات، یعنی غیر درندے، جو انسان کو چیر پھاڑ نہیں کرتے، اگر چہ کبھی کبھار اس کو نقصان پہونچاتے ہیں اور زخمی کرتے ہیں، جیسے خرگوش اور کوا کہ ایسے حیوان، ان کے تمام اجزاء حلال ہیں، اس خون کے علاوہ جو ذبح شرعی کے بعد خود بخود باہر آتا ہے اور اس کی دلیل "و یحرم علیھم الخبائث" ہے یعنی جو چیز مورد تنفر ہے جیسے حیوان کی کثافتیں جو گفتنی نہیں ہیں۔

لیکن خصیے اور ان کے مانند جنکو حرام قرار دیا ہے ان کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے کیوں کہ ان دو استثناء کے انحصار نے ان کو کلی طور پر حلال کیا ہے۔

مسئلہ ۹۰: آب انگور اور خرما: پہلے گزر چکا کہ آب انگور یا کشمش یا خرما ۲/۳ نہ ہوا اگر مسکر اور مست کرنے والا نہ ہو پاک اور حلال ہے، کیوں کہ خدا نے قرآن میں اس کو حلال کیا ہے، اگر چہ فقہاء کا ایک گروہ اس کو حرام اور دوسرا نجس بھی جانتا ہے۔

مسئلہ ۹۱: ہڈی کا گودا اور اس کے مانند، کہ مواد حرام سے نہ ہو وہ بھی حلال ہے اور خود ہڈی بھی، مگر یہ کہ خبائث سے محسوب ہوتا ہو، کہ طبیعی طور پر اس سے تنفر ہو یا خود محرمات رسمی میں سے ہو۔

مسئلہ ۹۲: اہل کتاب کی نجاست کے بارے میں، اور بالخصوص مشرکین اور مادیین کے بارے میں باتیں بہت زیادہ ہیں، لیکن (جیسا کہ گزرا) نہ صرف یہ کہ کتاب و سنت سے ان کی نجاست پر بالکل کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ "و طعام

الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم"[133] جیسی آیات ذاتاً ان کو پاک جانتی ہیں۔

"اہل کتاب کے کھانے تمہارے لئے حلال ہیں اور تمہارے کھانے بھی ان کے لئے حلال ہیں"۔

اور "طعام" جو کہ ہر طرح کی غذا اور کھانے کی چیز بلکہ پانی (قرآن کی رو سے) اور دسترخوان پر چنی گئی تمام غذاوؤں کو بھی شامل ہے، ان میں سے بیشتر غذائیں تر اور مرطوب ہیں اور طبعاً ان کے ہاتھ سے مس ہوئی ہیں، لہذا نجس کس طرح سے ہو سکتی ہیں مگر یہ کہ خود کو یا اپنی غذاؤں کو متنجس کریں یا خود (جیسے سور کا گوشت کہ نجس و حرام ہے) کہ یقیناً اس صورت میں مسلمان کی غذا بھی متنجس یا حرام ہے۔

مسئلہ ۹۳: دوسروں کے مال میں تصرف بالکل حرام ہے مگر درست اجازت سے، بیوی، شوہر، فرزند، والدین، بہن، بھائی، چچی، پھوپھی، ماں، خالہ کے گھروں سے معمولی اور عادی کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ، یا اس گھر سے جو کلی طور پر تمہارے اختیار میں ہے یا دوستوں کے گھروں سے کہ اجازت کے بغیر بھی حلال ہے، مگر ممانعت کی صورت میں، کہ یہ ممونعت بھی بجز بصورت ضرورت نہ ہونی چاہئے، کیوں کہ اس سے نزدیکی رابطہ اور تعلق متاثر اور خراب ہوتا ہے۔ لیکن دوسری اشیاء خوراکی جیسے حق المارہ ناحق ہے کہ کوئی میوہ باغ کے نزدیک سے گزرتے ہوئے کھاؤ کیوں کہ آیہ تحلیل سے خارج ہے۔

مسئلہ ۹۴: میراث: موضوع میراث تمام مالی ترکہ اور مالی حقوق ہے، جو وصیت و دین (قرض) کے بعد پسماندگان کو ان کی قرابت اور نزدیکی کے مطابق پہونچتی ہے۔ اور جو کچھ کہا جاتا ہے اس کے برخلاف بیوی بھی اپنے شوہر کی طرح تمام اموال منقول اور غیر منقول سے میراث پاتی ہے کیوں کہ

۱۳۳۔ سورہ مائدہ/۵۔

"و لهن الربع مما ترکتم ---- و لهن الثمن مما ترکتم"[۱۳٤] اور "من بعد وصیۃ توصون بها او دین"[۱۳۵] کے تحت اپنے شوہر سے صاحب اولاد ہونے اور صاحب اولاد نہ ہونے کی صورت میں صرف وصیت اور دین (قرض) تمام ترکہ میت سے جدا ہوتا ہے کہ بقیہ ترکہ میں (کلی طور پر) میاں بیوی دونوں صد فیصد نص قرآنی کی رو سے ایک دوسرے سے میراث پائیں گے۔ اور اگر عورت (بیوی) کی میراث میں "غیر منقول"ہونے جیسا کوئی تیسرا استثناء درکار ہوتا تو عین اہمیت کے باوجود کہ ناپسندیدہ رخ بھی رکھتا ہے حتی ایک مرتبہ بھی کیوں اس کی طرف اشارہ نہیں ہوا لیکن استثناء "وصیۃ توصون بها او دین" متعدد بار نظر آتا ہے باوجودیکہ دوسرے مقامات پر بھی ان دونوں حق کا ذکر ہے۔ اور کیا ایسا استثناء منصوص (اس خصوصیت کے ساتھ) اعیان کے جدا کرنے کو ناشدنی نہیں کرتا، اگر چہ سیکڑوں صحیح احادیث بھی درمیان میں نہ ہوں، جبکہ حدیث استثناء خود بخود کتاب و سنت کی مخالفت کو مد نظر رکھے بغیر باطل ہے۔ کہ ان میں سے ایک حدیث، علت ممنوعیت کے عنوان سے کہتی ہے : کیوں کہ ممکن ہے شوہر کرے، اور ممکن ہے شوہر کے ساتھ دیگر ورثہ کے رہائشی گھر میں جائے اور غصب کرے! لیکن یہ علت شوہر میں زیادہ نمایاں ہے، کیوں کہ ایسے مردوں کی تعداد کہیں زیادہ ہے جو بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر لیتے ہیں اور اس میں غصب کی قوت بھی اس سے زیادہ ہے، لہذا اس کو اس حصہ سے بالکل محروم رہنا چاہئے اور پھر یہ علت رہائشی گھر کے علاوہ میں نہیں ہے بالخصوص زمین میں۔

اور دوسری حدیث کہتی ہے: عورت (بیوی) اپنے شوہر کرنے میں اس کے ساتھ اصالت نسبی سے محروم ہے اور اس کے نسب میں داخل نہیں ہوتی لہذا اصل مال سے میراث نہیں پاتی ہے! تو کیا شوہر جب کسی کو اپنی بیوی بناتا ہے تو اس کو اس کے ساتھ اصالت نسبی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے نسب میں داخل ہوتا ہے کہ اصل مال سے میراث پائے؟ اور پھر رہائشی گھر کی قیمت بھی تو اصل مال سے ہے نہ فرع منقول سے، بلکہ اصل مال منقول اور

۱۳٤۔ سورہ نساء/۱۲۔
۱۳۵۔ سورہ نساء/ ۱۲۔

غیر منقول دونوں کو شامل ہے! البتہ ہم نے تفسیر البرہان میں اس طرح کے استدلال پر تقریباً ۱۲۰ اعتراضات کئے ہیں۔

مسئلہ ۹۵: یتیموں اور تہی دستوں کے "حق" کے باب میں بھی کہ ہنگام تقسیم حاضر ہوں باوجودیکہ رسمی ورثہ میں سے نہیں ہیں لیکن میراث پانے والوں کے پہلو میں ورثہ کی اخلاقی و مالی عطوفت کا مورد قرار پائیں اور اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے: "و اذا حضر القسمۃ اولوا القربی و الیتامی و المساکین فارزقوھم منہ و قولوا لھم قولاً معروفاً"[۱۳٦]۔

"اور جس وقت کہ غیر وارث نزدکی افراد، یتیم اور مسکین تقسیم میراث کے وقت موجود ہوں، تو میراث میں سے کچھ انہیں بھی دو اور ان سے پسندیدہ انداز میں گفتگو کرو"۔

اور بعد کی آیت میں ان لوگوں کو جو میراث میں سے کچھ حصہ ان لوگوں کو نہیں دیتے ہیں نہایت شدید تہدید سے روبرو کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافاً خافوا علیھم"[۱۳۷]؛ "اور اس حق کو ترک کرنے والوں میں سے ان لوگوں کو جو ضعیف اور کمزور پسماندگان رکھتے ہیں اور ان کی ناداری کا انہیں خوف لاحق ہے، ان لوگوں کا حق نہ دینے سے انہیں ڈرنا چاہئے اور ہمیشہ ان کے حقوق کی رعایت کرنی چاہئے"۔

اگر چہ اس آیت پر بھی دوسری آیات کی طرح مسلمانوں نے عمل نہیں کیا ہے!!!

مسئلہ ۹٦: لڑکی کی بیٹیوں کے بارے میں: (جو کہا جاتا ہے اس کے بر خلاف) سہم الارث وہی لڑکے کی بیٹیوں کے دو برابر ہے، کیوں کہ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین"[۱۳۸]؛ تمام بلا واسطہ اولاد کو بلا واسطہ

۱۳٦۔ سورہ نساء/ ۸۔
۱۳۷۔ سورہ نساء/ ۹۔
۱۳۸۔ سورہ نساء/ ۱۱۔

شامل ہے بجز اس کے کہ طبقہ دوم کے اول کی موجودگی میں دوم کو میراث نہیں ملے گی۔

مسئلہ ۹۷: "ازواجکم" مرد و زن دائم اور موقت دونوں کو شامل ہے، علاوہ اس کے کہ اگر زن دائم و موقت دونوں باہم ہوں دوسری کو یہاں میراث نہیں ملے گی کیوں کہ "اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض"[۱۳۹]۔ صاحبان "رحم" بعض بعض پر برتری رکھتے ہیں اور رحم کی بنیاد وہی عورت ہے کہ دوسرے بھی اسی بنیاد پر صاحبان ارحام سے ہیں، جیسا کہ بھائی، یا خواہر ابوین، اگر بھائی یا خواہر مادری یا پدری ہے (قرآن کی رو سے) صرف اس کی میراث زیادہ ہے اور دوسرے نزدیکی افراد بھی اسی حساب سے میراث پاتے ہیں۔

مسئلہ ۹۸: قضاوت و شہادت: حاکم شرع کو ہر علاقے میں علم، عدالت اور تخصص کے لحاظ سے اس علاقے کا شائستہ ترین مردم ہونا چاہئے اور ہر صورت میں اس کو حق حاصل نہیں کہ امور جنسی میں اپنے علم یہاں تک کہ اپنے دیکھنے پر اکتفا کرے، یہاں تک کہ اقرار بھی اجراء حدود میں کوئی نقش نہیں رکھتا اور صرف چار عادل مرد کی گواہی (اگر شائستگی کے ساتھ گواہی دیں، اور دوسری شہادت کے ساتھ نقض نہ ہو) موجب اجراء حد ہے۔

مسئلہ ۹۹: امور جنسی میں قاضی یا کسی دوسرے شخص کا علم صرف امر و نہی کی ذمہ داری کو اس کے شرعی مراتب کے ساتھ ثابت کرتی ہے اور اگر صرف علم اجراء حد کے لئے کافی ہوتا تو پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام اقرار کو کہ قطعاً بالخصوص ان کے لئے علم آور ہے، اجراء حد کے لئے کافی نہیں جانتے تھے۔

مسئلہ ۱۰۰: اسلام نے شرط شہادت سے صرف چاہا ہے کہ بلاد اسلامی اس طرح بے عفتی اور آوارگی و بے حیائی میں مبتلا نہ ہو کہ لوگوں کے سامنے کھلم کھلا روشن اور آشکارا طریقے سے بے عفتی ہو کہ چار عادل مرد

۱۳۹۔ سورہ انفاق/ ۷۵۔

اس درمیان اس کو دیکھیں اس طرح سے کہ یکساں اس کے شرائط کے ساتھ گواہی دے سکیں۔

اور اگر حاکم شرع شہادت کے بغیر، اقرار کے ذریعے (وہ بھی ایجاد خوف کے ہمراہ) حد جاری کرے چاہئے کہ خود بھی اسی حد میں مبتلا ہو اور اگر نامشروع جنسی عمل کا علم ہوتے ہوئے اس کو دوسرے سے بیان کرے اس پر حد افترا لازم ہے کیوں کہ "لولا جائوا علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون"[١٤٠]؛ کیوں اس نسبت پر چار گواہ نہیں لاتے پس اگر چار گواہ نہ لائیں، یہ لوگ خدا کے نزدیک جھوٹے ہیں! اور یہ سرزنش ضد اخلاقی اور جنسی عمل کی طرف نسبت دینے سے متعلق ہے، کوئی بھی یہ نسبت دے اور چاہے شرائط کیسے بھی ہوں، اس مورد کے علاوہ کہ خود شخص عادل ہو اور تین دوسرے شاہد عادل اس کے ہمراہ حاکم شرع کے نزدیک شہادت دیں۔

مسئلہ١٠١: حدود: عادی زنا کی حد ١٠٠ تازیانہ متوسط ہے، کہ اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا ءیا اس سے اہم یہ کہ اگر جان کے خطرہ کا موجب ہو یا دوسرے خطرات کا باعث ہو سبک تر اور منفی ہو جائے گی۔ اور مرد یا عورت کے شادی شدہ ہونے کی وجہ سے محصَن ہونے کی صورت (خواہ دائم یا منقطع) کہ ان کے اختیار میں ہے اور اس طرح کہ نا مشروع جنسی عمل کی ضرورت نہیں رکھتے، اس صورت میں اس کی حد عادی ریگ بارانی ہے نہ قتل کرنا، جیسا کہ سو تازیانہ بھی صرف تازیانہ تادیبی ہے نہ قتل اور اگر ریگ بارانی کے وقت فرار کر گیا تو حد پوری کرنے کے لئے اس کو واپاس نہ لانا چاہئے مگر یہ کہ عرفاً ریگ بارانی صادق نہ آئی ہو۔ اور بالآخر تمام حدود میں حد اعدام کے علاوہ ضروری ہے کہ طرف نے دانستہ کوئی جرم انجام دیا ہو کہ توجیہ سے پہلے یا حالت ضرورت میں کوئی حد بھی نہ ہوگی۔

١٤٠۔ سورہ ١٣/٢٣

مسئلہ ۱۰۲: مفسدین فی الارض کے بارے میں بھی کوئی یکساں حد نہیں ہے اور نص قرآنی نے "و یسعون فی الارض فساداً"[١٤١] کو گوناگوں حدود کے لئے موضوع قرار دیا ہے کہ افساد میں ایک کوشش ہے، نہ ہر طرح کا فساد!

اور حدیث "حسب الجریمۃ" کے مطابق جریمہ کے بقدر ضروری ہے کہ اس پر حد جاری ہو، کہ اگر تریاک یا ہروئن لبوں پر رکھی یا حتی اس کو دوسرے کو فروخت کیا، جب تک کہ کوشش اس افساد میں درکار نہ ہو، حبس اور تبعید کا بھی حق نہیں ہے اعدام تو دور کی بات ہے، کہ تنہا قاتل یا اس سے بدتر کے بارے میں کہ عقیدتی فتنہ گر ہے۔ اجراء ہو، نیز مرتد فطری تیسری بار ارتداد میں اگر از روئے علم و عمد ہو اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہو، اس درمیان کلاً عورتیں مستثنیٰ ہیں، مگر قتل عمدی کی صورت میں یا اس کے مانند کوئی دوسری صورت ہو جیسے دوسروں کو منحرف کرنا۔

مسئلہ ۱۰۳: قتل: مرد کا خون بہا عورت کے دو برابر ہے، اور یہ اختلاف خون بہا صرف بدنی لحاظ سے ہے نہ روحی کیوں کہ بعض عورتیں مردوں کے کئی برابر روحی ارزش رکھتی ہیں اور جیسا کہ (مثلاً) ایک مرغی کہ روزانہ دو انڈے دیتی ہے اپنے ہم وزن سے کہ روزانہ ایک انڈا دیتی ہے اختلاف ارزشی رکھتی ہے، مرد کی بدنی ارزش (کم سے کم) عورت کے دو برابر ہے، کہ اگر مرد کسی عورت کو قتل کر دے اس کو قتل نہ ہونا چاہئے، بلکہ تنہا مرد کا نصف بدن (نہ مرنے کی شرط کے ساتھ) قصاص ہوگا۔ کہ دونوں کے درمیان مماثلت اور برابری کا یہی مقتضیٰ ہے کیوں کہ عورت کے بدن کی ارزش نصف مرد ہے اور تنہا (بحد امکان) مرد کے کل بدن کا نصف حصہ (نہ مرنے کی صورت میں) فلج یا قطع کیا جائے۔

جان نہ خریدنے کی چیز ہے نہنہ بیچنے کی کہ مرد کا نصف خون بہا عورت کے قتل کے عوض میں اس کو خریدا جا سکے! لیکن اگر کوئی عورت

١٤١۔ سورہ مائدہ/٣٣ اور ٦٣۔

عمداً کسی مرد کو قتل کر دے قتل کی جائے گی اور مرد نصف دیگر خون بہا اس عورت کے ترکہ یا بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

اور چونکہ قتل کی مجازات میں برابری شرط ہے، اگر (مثلاً) چند افراد کسی کے قتل میں شریک ہیں، یہاں پر شرکاء قتل میں سے ہر ایک کے مورد میں قصاص نسبی کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں صرف اس کا خون بہا ادا کریں گے نہ یہ کہ وارث مقتول اضافی خون بہا ادا کر کے ہر چند افراد کو قتل کرے گا، کیوں کہ "فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم"[١٤٢] اور "النفس بالنفس"[١٤٣] اور "و من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً"[١٤٤] یہ تین نصوص قرآنی اس طرح کے چند برابر قتل و کشتار کو محکوم اور رد کرتی ہیں اور اس بارے میں گونا گوں روایات بھی قرآن کے سامنے پیش کی جائیں اور جو روایات موافق قرآن ہیں قبول کی جائیں[١٤٥]۔

مسئلہ ۱۰۴: مردوں کے اجزاء بدن کو قطع یا زخمی کرنے میں وہی عورتوں کی نسبت دو برابر ثابت ہے۔ ایک گروہ کے نظریہ کے بر خلاف کہ ایک سے لے کر تین تین انگشت تک عورت کی دیت مردانہ ہے اور چار انگشت کے بعد اس کی قیمت و ارزش زنانہ ہے کہ نتیجہ میں عورت کے چار انگشت کی قیمت تین انگشت سے کمتر اور دو انگشت کے برابر ہے۔ یہ کون سا حساب بے حسابی ہے کہ جس کی نسبت تمام حسابات کے خالق کی طرف دی جاتی ہے جو عدالت اور حساب کے منافی ہے۔ بالخصوص یہ کہ ابو حنیفہ کے خلاف قیاس کو باطل کرنے کے لئے امام صادق کی طرف نسبت دی جاتی ہے اور کیا صحیح ہے کہ کسی چیز کی عقل و حس ضروری کے بر خلاف ما فوق عقل و حس شریعت کی طرف نسبت دی جائے؟؟

١٤٢۔ سورہ بقرہ/ ١٩٣۔
١٤٣۔ سورہ مائدہ/٣٥۔
١٤٤۔ سورہ بنی اسرائیل/ ٣٣۔
١٤٥۔ صحیفہ بزنطی میں امام رضا کی نقل کے مطابق کہ فرماتے ہیں: نہ، ہرگز، کیوں کہ خدا فرماتا ہے: "فلا یسرف فی القتل" ایک آدمی کے عوض چند افراد کو قتل کرنا قتل میں اسراف ہے۔

اصولاً قصاص اجزاء و اعضاء بدن ہر دو نسبت میں اصل دیت سے ہے، نہ یہ کہ جزء یگانہ تمام دیت، اور جزء دوگانہ ہر دو کی نسبت تمام اور ایک کی نسبت نصف دیت ہے، کہ یہ خود جزء کی کل سے برابری اور عقل و حس کے برخلاف ہے!!

یہاں پر صحیح راستہ یہ ہے کہ عضو یگانہ یا دوگانہ کی ان کے عضو کے لحاظ سے سنجش کی جائے اور اس سے مخصوص حصہ خون بہا ہو نہ یہ کہ (مثلاً) کسی کی ناک یا کسی مرد کی ڈاڑھی یا کسی عورت کے گیسو اور بال اگر کاٹ دئے جائیں ہر ایک کے عوض تمام بدن کا خون بہا کلی طور پر دیا جائے، کہ بالآخر تمام اعضاء ہر اک کا خون بہا اور قیمت اس کے تمام خون بہا کا ۲۶/ گنا ہو۔

مسئلہ ۱۰۵: لہو: اپنے تمام رخوں میں خدا سے دوری اور حتمی وظائف میں سستی کے معنی میں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "و من الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم"[١٤٦]۔ قرآن نے کلی طور پر "لہو الحدیث" اور ہر طرح کے لہو کو شدت کے ساتھ حرام جانا ہے اور جس طرح کہ اسلامی واجبات اور محرمات حتمی ہیں انجام واجب اور ترک حرام کی میلان و رغبت بھی ان دونوں کی پاسداری کے عنوان سے واجب ہے، کہ اگر کسی کام سے یہ دونوں میلان و رغبت بر خلاف سمت اور جہت میں ہوا اور انجام واجب یا ترک حرام کی راہ میں رکاوٹ ہو، فعل واجب اور ترک حرام میں سستی کا باعث ہو، لہو کے عنوان سے حرام ہے۔ اور ہر طرح کا ساز، رقص، گانا بجانا، قمار بازی اور ان کے مانند دوسری چیزیں کہ لہو ہوں حرام ہیں و گرنہ حلال ہیں اور جیسا کی شک و تردید کی صورت میں بھی حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اور اس درمیان مال کی ہار جیت کا کوئی اصلی نقش نہیں ہے بلکہ مال کی ہار جیت "اکل بالباطل" کے عنوان سے "لہو" کی حرمت اور مفت خوری میں اضافہ کا سبب ہے کہ باطل اور باطل ہوگا، اور آیت "میسر" نے ہار جیت سے صرف نظر

١٤٦۔ سورہ لقمان/ ٦۔

لہو کو اصالت دی ہے کہ آسانی کے ساتھ انسان کو خدا و اعمال یا افکار و علوم یا خدا خواہ عقائد سے دور کرتا ہے۔

"انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضاء فی الخمر و المیسر و یصدکم عن ذکر اللہ و عن الصلاۃ فھل انتم منتھون"[۱۴۷]۔

کہ دو ابتدائی نتائج بشری ہیں کہ شرابیوں اور دوسروں کے درمیان نیز صاحبان میسر اور جوا کھیلنے والوں کے درمیان عداوت اور دشمنی ایجاد کرتے ہیں اور دو دوسرے نتائج اس سے بھی بدتر ہیں، کیوں کہ تم کو یاد خدا اور نماز سے روکتے ہیں اور کیا میسر شطرنج کی طرح ایسا نہیں ہے؟

اصولاً لفظ "قمار" ہرگز قرآن میں نہیں آیا بلکہ دسیوں بار "لہو" یہاں تک کہ اموال و اولاد کے وسیلے سے، قمار، رقص اور موسیقی جیسی چیزیں تو دور کی بات، ذکر ہوا ہے اور ایک بار لفظ "میسر" کے ساتھ آیا ہے جو دوسرے گناہ کے لئے آسانی ہے کہ اس درمیان دوستی اور وحدت کو آسانی کے ساتھ ختم اور زائل کر دیتا ہے۔ یا مفت میں مال کو رد و بدل کرتا ہے کہ وہ لہو اصل حرمت اور یہ می۸سر اس کے پہلو میں ہے۔

روایات قمار بالخصوص شطرنج میں مال کی ہار جیت اصالت نہیں رکھتی بلکہ بہت کم نظر آتی ہے، خصوصاً شطرنج میں اصلاً کوئی روایت مال کی ہار جیت کے حوالے سے ظاہر اور موجود نہیں ہے کیوں کہ یہاں پر انسانی ہار جیت کا سوال ہے نہ مالی۔

بالآخر جو چیز "لہو" ہے اور انسان کو "ذکر اللہ" سے روکتا ہے یا دور کرتا ہے حرام ہے، اگر چہ اصطلاح میں علوم اسلامی کے دروس ہوں[۱۴۸] کیوں کہ اس سے قرآنی دروس اور اس کی شائستہ تحقیق کے لئے وقت نہیں نکلتا ہے۔ کہ اس صورت میں یہ علوم بھی لہو الحدیث میں شمار ہوتے ہیں خواہ از روئے

۱۴۷۔ سورہ مائدہ/ ۹۱۔
۱۴۸۔ ان علوم کا افسوس ناک نتیجہ، فقہ سنتی، اصول، رجال، درایہ ... نص قرآن کے خلاف بہت سارے فتاویٰ، نظریات فلسفی و عرفانی کہ نصوص آیات کے خلاف ہیں اور شیعہ و سنی کے یہاں فراوان ہیں، کی صورت میں ظاہر ہے۔

تقصیر ہو یا از روئے قصور ہو، بلکہ آیہ جمعہ میں "و اذا راوا تجارة او لھواً"[۱۴۹] ایسی تجارت کو جو انجام خطبہ و نماز سے مانع ہو حرام شمار کیا ہے ، علوم تو دور کی بات، جو نہ دنیوی فائدہ کے حامل ہیں نہ اخروی فائدہ رکھتے ہیں بلکہ قرآنی معارف کے سامنے سد محکم اور بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔

مسئلہ ۱۰۶: ڈاڑھی مونڈنا: اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض داخلی اور خارجی جہات میں مرد و زن کی خلقت میں اختلاف کی رو سے مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنا پسندیدہ ہے، لیکن کتاب و سنت سے ریش تراشی اور ڈاڑھی مونڈنے کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور چونکہ یہ مسئلہ "عام البلویٰ" ہے، یعنی سب کے لئے مورد ابتلا اور ضروری ہے، اگر ریش تراشی محرمات سے ہو ضروری ہے کہ کوئی نص قرآنی یا معصومین سے روایت یقینی موجود اور دسترس میں ہو کیوں کہ "لا تقف ما لیس بہ علم"[۱۵۰] نے غیر علم کی پیروی کو حرام قرار دیا ہے، اور "بیان للناس"[۱۵۱] اور "قل للہ الحجة البالغة"[۱۵۲] نے شریعت الہی کو رسا اور آفتاب درخشاں کی طرح کیا ہے۔

ریش تراشی کی حرمت کے جو لوگ قائل ہیں ان کے نزدیک جو روایت ریش تراشی کی حرمت کے لئے کافی ہے، اگر چہ ناکافی ہے کیوں کہ اس روایت کی رو سے صرف یہود کی مشابہت کی راہ سے جو ڈاڑھی مونڈتے تھے اور مونچھ بڑھاتے تھے، اس کو حرام کیا ہے، کہ اگر یہ عنوان مشابہت باقی ہوتا صرف یہ کام حرام ہوتا، کہ اگر دونوں کو مونڈو یا صرف مونچھ مونڈو یا دونوں کو رکھو حلال ہے، اور صرف یہودیوں سے مشابہت حرام ہوتی، لیکن اس وقت کہ یہودیوں اور دیگر کفار کے لئے ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہے اور سب ایک دوسرے کی طرح ہیں مشابہت بھی کہ اس کو حرام کرے نہیں ہے۔
خلاصہ ڈاڑھی مونڈنا جس طرح سے بھی ہو حرام نہیں ہے۔

۱۴۹۔ سورہ جمعہ/ ۱۱۔
۱۵۰۔ سورہ بنی اسرئیل/ ۳۶۔
۱۵۱۔ سورہ آل عمران/ ۱۳۸۔
۱۵۲۔ سوری انعام، ۱۴۹۔

اس مختصر کتاب کے آخر میں جو تمام فقہ اسلامی کی سیر ہے[۱۵۳] یہ تذکر لازم ہے کہ فقہاء اور اسلامی شریعتمداروں کے نظریات میں اختلاف کی اصلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا اسلامی علوم اور اسلامی احکام میں کوئی اصلی یہاں تک کہ ضمنی نقش بھی نہیں ہے اور بسا اوقات لا شعوری یا شعوری طور پر قرآن کی نص یا روش ظاہر کے خلاف فتاوے صادر کئے گئے ہیں کہ یا تو روایت، شہرت یا اجماع اور ضرورت مذہبی اور اسلامی پر اکتفا کیا ہے اور قرآن کی طرف اصلاً رجوع نہیں کیا، یا نص و ظاہر قرآن کے خلاف توجیہات کی ہیں تاکہ ان کے نتائج اور فتاوی کے موافق ہو۔

اس بہانے سے کہ قرآن "ظنی الدلالۃ" ہے یا اس کا سمجھنا صرف پیغمبر اور ائمہ معصومین کے بس کی بات ہے اور ان سے مخصوص ہے اور اس بہانے سے کہ عموم قرآن کی روایات سے تفسیر کرنی چاہئے، اور اس کے مانند دوسری باتیں، عملی طور پر یہ ناموس عظیم اور اسلام کا یگانہ معیار اسلامی معاشرے سے دور اور علیحدہ ہو گیا اور دور و دراز دوری آراء و نظریات کی حیرت انگیز پراگندگی کا باعث ہوئی۔

باوجودیکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہے کہ قرآن ہر پہلو اور ہر رخ سے اعجاز کے بلند ترین درجہ پر ہے کہ ان میں سے ایک روشن بیانی ہے، یہاں تک کہ خود کو "بیان للناس" کہا ہے اور کوئی بھی روشن بیان قرآن کی روشن بیانی کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور باوجودیکہ شیعہ اور سنی فقہاء نصوص اور ظواہر قرآن کو روایات کے رد و قبول کے لئے میزان اور معیار جانتے ہیں، حاکمیت کو سیل روایات کے حوالے کیا اور نص "و اعتصموا بحبل اللہ" کے برخلاف کہ حقاً قرآن ہے، دوسری چیزوں کو معیار قرار دیا، یہی وہ مقام ہے جہاں کتاب و سنت کا دامن پکڑتے ہوئے قرآن مہجور اور معصومین کی بھولی ہوئی اور از یاد رفتہ سنت پر آنسو بہانہ چاہئے اور فریاد بلند کرنا چاہئے کہ این المومل لاحیاء الکتاب و حدودہ، این محی معالم الدین و اھلہ[۱۵۴]۔

۱۵۳۔ فقہ مفصل فقہ قرآنی کی اس جلد، تبصرۃ الفقہاء اور توضیح المسائل جدید میں موجود ہے۔
۱۵۴۔ دعاء ندبہ کا فقرہ حضرت بقیۃ اللہ کی یاد میں۔

اس مختصر کتاب میں جملہ مسائل کے ذیل میں جو کتاب و سنت کے ادلہ و براہیں آئے ہیں، رسالہ فارسی "توضیح المسائل نوین" "تبصرة الفقہاء" مفصل تر عربی، "الفرقان" کی ۳۰/ جلدی تسلسلی تفسیر اور فقہ قرآنی موضوعی کی ۱۰/ جلد میں مزید تفصیل کے ساتھ میں آئے ہیں۔

آخر میں تمام فقہاء اور اسلامی دانشوروں سے اصرار کے ساتھ خواہشمند ہیں کہ اسلام عزیز کی تمام علوم اسلامی میں از سر نو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور ائمہ معصومین کی روشنی میں تحقیق کریں اور قرآن کے روشن اور متقن و محکم بیان کو تمام نظریات اور روایات متناقص پر مقدم رکھیں اور اس اسلام نما جاہلانہ عادت کو اسلامی معاشرے سے دور کریں کہ : کیا دوسرے علماء نے اشتباہ کیا ہے یا عمداً خلاف قرآن فتوی دیا ہے! کہ تم ان کے خلاف فتوی دیتے ہو! کیوں کہ اجتہاد و تقلید دونوں بنیاد پر خلاف قرآن نظریات کی پیروی اور تجلیل محکوم و منفور ہے، بالخصوص اجتہاد جو ہرگز تقلید بردار نہیں ہے کہ تم اجتہادی نظر سے قرآن کی بنیاد پر کوئی حکم سمجھو لیکن چونکہ دوسرے علماء کے نظریات کے بر خلاف ہے، حکم خدا کی پیروی کی جرات نہ کرو!!

یہ غلط جرات بدترین سفاہت و کجروی ہے کہ علماء کے نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب خدا کے بر خلاف نظر دو اور سچے صاحبان نظر کو کجی اور کج سلیقگی سےمتہم کرو۔

ہر طرح کی تحمیل کے بغیر اور ہر قید و بند سے رہا دین کی شناخت میں آزاد راہ، قرآنی اصالت میں ہے، دیکھتے ہیں آزاد اندیش آزاد علماء اور امت اسلامی اس کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتے ہیں اور کیا برتاؤ کرتے ہیں۔

لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً[۱۵۵]

حوزہ علمیہ قم: محمد صادق تہرانی، ٹیلیفون ۲۹۳۴۴۲۵

۱۵۵۔ سورہ طلاق/۱۔

چہار شنبہ، عید فطر، ۱۴۲۵، ۱۳۸۳/۱/۴

مترجم: سید اطہر عباس رضوی الہ آبادی مقیم حوزہ علمیہ قم

مؤلف کی سوانح حیات

فقیہ مجاہد، مفسر و محقق آیۃ اللہ العظمی صادق تہرانی کے مختصر علمی و سیاسی حالات زندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خرداد ماہ ۱۳۷۳ ھ ش میں بنیاد تاریخ اسلامی ایران کی درخواست پر مرحوم الحاج شیخ رضا لسان المحققین کے روحانی خاندان میں ۱۳۰۵ ھ ش میں متولد ہونے والے مولف محمد صادق تہرانی کے بعض حالات زندگی کچھ اس طرح سے ہیں:

تیرہ برس کے سن میں جبکہ آپ کے والد ماجد بقید حیات تھے ہائی اسکول پاس کیا اس کے بعد امام خمینی کے بزرگ استاد مرحوم آیۃ اللہ العظمی میرزا محمد علی شاہ آبادی کے عرفانی، اخلاقی اور تفسیری حلقات دروس میں شامل ہو گئے اور ضمن میں ایک سال مقدماتی دروس {عربی ادب} میں مشغول رہے، اس کے بعد ۱۳۲۰ ش میں عازم قم ہوئے اور تین برس کی مدت میں سطح کے دروس کو تمام کیا۔

۱۳۲۲ ش میں مرحوم آیۃ اللہ العظمی بروجردی قم تشریف لائے تو آپ کے دروس میں نہایت ہی محنت اور لگن کے ساتھ شرکت کی اس طرح سے کہ فقہی مسائل میں خود اپنا نظریہ بیان کرنے لگے طبعاً فقہ، فلسفہ، عرفان اور دیگر اسلامی علوم میں دوسرے اساتذہ سے بھی بہرہ مند ہوئے لیکن میری فکری تبدیلی کا اصلی محور وہی مرحوم آیۃ اللہ العظمی شاہ آبادی طاب ثراہ کے پاس میرا علمی آغاز تھا، جہاں سے میری قرآنی حرکت کا آغاز ہوا اور اب تک جاری ہے اور میری تمام حوزوی تعلیمات اور تالیفات پر اس کا عکس نمایاں تھا اور ہے۔ اس کے بعد مرحوم آیۃ اللہ العظمی علامہ طباطبائی نے میری تفسیری، عرفانی، فلسفی اور اخلاقی درجات کے استمرار میں عظیم کردار ادا کیا۔

ان دونوں بزرگوں کے دروس میں سات برس شرکت کی اور اپنے قم سے تہران کے بکثرت سفر میں مرحوم آیۃ اللہ العظمی میرزا مہدی آشتیانی اور میرزا احمد آشتیانی کے فلسفی دروس سے بہت استفادہ کیا، اگر چہ مرحوم شاہ آبادی سے علمی استفادہ اس کا اولین محوری نقش ہے۔

قم میں دس سال مسلسل رہنے کے بعد تہران واپس آ گیا اور علمی و سیاسی میدان میں زور و شور سے کام کرنا شروع کر دیا، مرحوم آیۃ اللہ العظمی سید ابو القاسم کاشانی کے ہمراہ تیل کے سلسلے میں شاہ کے خلاف اور مرحوم آیۃ اللہ العظمی سید احمد خوانساری اور مرحوم آیۃ اللہ العظمی شیخ محمد تقی آملی کے ساتھ مراحل فقہی کے استمرار کے اعتبار سے مرتبط رہا۔ اور اسی طرح تہران میں دس سالہ مدت اقامت کے دوران معقول و منقول یونیورسٹی میں کلاس درس میں شرکت نہ کرنے کی شرط کے صرف امتحان میں شریک ہو کر حقوق، علوم تربیتی اور فلسفہ و فقہ میں ایم۔ اے۔ کیا اور اس کے بعد اسلامی معارف میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی اور وہیں تین سال قرآن و سنت کی روشنی میں کتاب "آفریدگار و آفریدہ" کے متن کے مطابق حکمت {فلسفہ اسلامی} کی تدریس کی۔ شاہی حکومت کے خلاف علمی و سیاسی محور پر تہران کے سات مقامات پر جلسات برقرار کئے جس میں زیادہ تر یونیورسٹی کے اسٹوڈینٹ شرکت کرتے تھے۔ منبر پر بھی جاتا تھا جو علمی اور سیاسی نو آوری پر مشتمل ہوتا تھا جس کی وجہ سے شاہ کی حکومت دھمکی، تحدید اور تعقیب کا سامنا کرنا پڑتا اور فرار کی نوبت آتی تھی اور خود کو مخفی کرنا پڑتا تھا۔

۱۳۴۱ ھ ش میں طاغوتی حکومت کے خلاف شدید نبرد کے زیر اثر خصوصاً مرحوم آیۃ اللہ العظمی بروجردی کی برسی کی مجلس میں مسجد اعظم قم میں خطابت جو شاہ کے جرائم کا پردہ فاش کرنے پر مشتمل تھیکرنے کی وجہ سے ، ساواک کی جانب سے میرے قتل کا حکم صادر ہوا اور میں نے حج کے قصد سے خفیہ طور پر ایران کو خیرباد کہا، مکہ و مدینہ میں طاغوت کے خلاف فارسی اور عربی میں تقریر اور پمفلیٹ شائع کرنے کی وجہ سے عمرہ و

حج کرنے کے درمیان گرفتار ہوا اور فریضہ حج حکومتی مامورین کے حصار میں ادا کیا لیکن سعودی حکومت کے سامنے قاطع اسدلالات کے زیر اثر اور علماء عراقین کے مسجد الحرام میں عظیم اجتماع اور دھرنا دینے کی وجہ سے آزاد ہوا اور انہیں کی حفاظت میں عراق گیا اور نجف اشرف میں دس برس علمی قرآنی اور سیاسی تحریک، تفسیر و فقہ و اخلاق کی تدریس اور تقاریر و تالیفات کی صورت میں جاری رہی۔ حکومت ایران کی درخواست پر حکومت عراق نے مجھ کو ساواک کے حوالے کرنے کا پراگرام بنایا، لیکن مرحوم آیۃ اللہ العظمی آقای خوئی کے گھر میں مخفی ہونے اور آپ کی سرگرمیوں کی بدولت ان کے منصوبہ پر پانی پھر گیا۔

جب ایرانیوں کو نجف اشرف اور عراق کے تمام شہروں سے نکالا جانے لگا تو میں بیروت ہجرت کر گیا اور قرآنی و سیاسی تحریک کا سلسلہ لبنان میں پانچ برس تک جاری رہا۔ پورے لبنان میں نماز جمعہ کی تشکیل اور مذہبی جلسات میں قرآنی محور پر تقاریر سے شاہ مخالف سیاسی تحریک کا سلسلہ چلتا رہا اور اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے سعی و کوشش بھی جاری رہی اور تازہ ترین تالیفات سے اسلام قرآنی کی حقانیت کے اثبات کے لئے دوسرے مذہب کے علماء سے گفتگو کا ماحول سازگار ہوا اس طرح سے لبنان کے مختلف علاقوں میں شیعہ علماء سے قرآنی گفتار کے ضمن میں سنی، عیسائی، یہودی اور درزی علماء سے مباحثہ و مناظرہ کیا اور ملحدین و مشرکین سے بھی بحث کی تو انہوں نے یا سکوت اختیار کیا یا قرآنی استدلال کے سامنے تسلیم ہو گئے۔

جب لبنان میں داخلی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تو میں نے لبنان کو حجاز کے قصد سے ترک کیا اور مکہ معظمہ میں دو سال دنیا کی علمی اور سیاسی اسلامی شخصیتوں سے قرآنی و سیاسی مبنی پر مسلسل ارتباط رکھنے کے باعث مسلمانوں کے درمیان قرآنی انقلاب کی ترقی اور پیشرفت کے لئے وسیع پیمانہ پر کوششیں ہوئیں۔

حجاز میں وہابی علماء سے قرآنی مناظرات کئے اور کسی ایک میں بھی وہ لوگ مجھ کو شکست نہ دے سکے جس کی وجہ سے تقریباً سو {۱۰۰}سنی

گھرانوں نے مرکز حکومت آل سعود {مکہ مکرمہ} میں صرف قرآنی ادلہ سے اور کبھی صرف سورہ فاطر کی ۳۲ویں آیت سے استناد کرنے کی وجہ سے مذہب اہلبیت اختیار کیا اور سارے کے سارے بحمد اللہ شیعہ ہو گئے۔

دوسری بار ۱۷ برس کے فاصلے کے بعد گرفتار ہوا اور آزادی کے بعد لبنان لوٹ آیا۔ گرفتاری کے دونوں مرحلے میں مکہ مکرمہ میں قید ہوا اور دوسری گرفتاری میں پہلے مدینہ میں اس کے بعد مکہ اور آخر میں "سجن الترحیل" جدہ میں تھا۔ پہلی گرفتاری میں حرم کے پولیس چوکی میں اور اس کے بعد "شرطۃ العاصمۃ" جو مکہ کا تھانہ ہے میں قید میں تھا دوسری بار جب قید ہوا تو سنا کہ مرحوم امام خمینی پیریس ہجرت کر گئے ہیں۔

دوسری بار دو ہفتہ قید میں رہنے کے بعد بیروت واپس آیا اور وہاں سے امام کے دیدار اور انقلاب کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے پیریس گیا۔ پیریس میں دس دن قیام اور مرحوم امام کے جلسات میں شبانہ روزی شرکت کے دوران قرآنی و سیاسی دونوں موضوعات پر یونیورسٹیوں میں طولانی تقریریں کی۔ بیروت واپس آنے کے بعد امام کے ایران لوٹنے کے چند روز بعد سترہ برس کے بعد ۔کہ اس مدت میں چار بار شاہ کی ساواک کی طرف سے میرے قتل کا حکم صادر ہوا اور میں ساواک سے بچتا پھرا۔ ایران واپس آیا اور جمہوری اسلامی ایران کی پایہ گذاری کے بعد جس کی بنیادی تحریکوں میں میرا موثر نقش تھا، قم میں اقامت اختیار کی اور اب تک معارف قرآن کے محور پر دروس و تالیفات اور خطابات کا سلسلہ جاری ہے۔ مرحوم امام کے مشوروں کے نتیجہ میں اور انقلاب قرآنی تحریک کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے اجرائی امور میں شریک نہیں ہوا مگر چند روز آغاز انقلاب میں مرحوم امام کی خواہش کے احترام میں لوگوں کے مراجعات کا جواب دیا اور رسمی طور پر نماز جمعہ کی تشکیل کے بعد پورے ایران میں تقریروں کے علاوہ صوبائی مراکز اور بعض دوسرے شہروں میں نماز جمعہ کی تشکیل کی۔

مشہد مقدس کے پارک ملت میں ہونے والی بہترین اور یادگار نماز جمعہ بھی جس میں پانچ لاکھ افراد شریک ہوئے تھے ٹینک کو منبر، رائفل کو سلاح

اور لباس کو مکمل کفن کے طور پر استعمال کیا، مشہد کی اسی پہلی نماز جمعہ میں لوگوں نے ایک طولانی میمورنڈم فراہم کیا جس میں لاکھوں لوگوں کے دستخط تھے اور اس طرح سے لوگوں نے حقیر کو مشہد کا رسمی امام جمعہ بنانے کی درخواست کی اور اس کے بعد میمورنڈم کو امام کے دفتر میں ارسال کیا گیا، لیکن امام کے ہاتھوں میں نہ پہونچا۔ کافی دنوں تک مسجد جمکران میں نماز جمعہ پڑھائی، اس کے بعد امام نے مرحوم حجۃ الاسلام و المسلمین طالقانی کو تہران کے امام جمعہ کے عنوان سے مقرر کیا۔ بعض حوزوی سنگ دل افراد کی اذیت و آزار اور جھوٹی تہمتوں کی وجہ سے قم میں نماز جمعہ ترک کر نے کے بعد اپنا پورا وقت تدریس و تالیف میں صرف کیا اور "الفرقان" کی ۳۰ جلدوں میں ۲۵ جلد تفسیر ۱۰ سال کی مدت میں تالیف کی اور اس کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کی تدریس کی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم علامہ طباطبائی نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک یہ تفسیر تمام نہ ہو جائے کوئی دوسری کتاب نہ لکھنا اور ایسا ہی ہوا آخر کار تفسیری، فلسفی، فقہی اور دیگر موضوعات میں ۱۱۳ سے زیادہ قرآنی تحقیقی کتابیں تالیف کیں جس میں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں یا زیراکس ہوئی ہیں اور کچھ کتابیں ابھی خطی نسخوں کی شکل میں ہیں۔

عصر حاضر میں بعض بزرگ علمائے اسلام نے حقیر کی تالیفات کے بارے میں کچھ نکات بیان کئے ہیں منجملہ آیۃ اللہ العظمی حکیم نے فرمایا: تم نے انقلابی سرگرمیوں کے باوجود اتنی کتابیں تالیف کی ہیں جو کم مدت میں نجف کے با سابقہ مؤلفین سے تعداد اور مطالب کے اعتبار سے آگے بڑھی ہوئی ہیں، مرحوم امام اور مرحوم آقای خوئی نے کتاب "المقارنات" کے بارے میں نجف میں فرمایا: یہود و نصاری کے خلاف اب تک لکھی جانے والی کتابوں میں یہ بہترین کتاب ہے۔ گونا گوں کتابوں کی تصدیق کے مطابق تمام اسلامی علوم میں حقیر کا بلند درجہ اجتہاد مورد تائید مراجع عظام ہے۔ اس کے علاوہ تحقیقاتی تفسیری مراحل میں پیشرفت کے ساتھ ساتھ میرے فقہی، اصولی،

فلسفی، عقیدتی، عرفانی اور سیاسی نظریات تمام دوسرے علماء سے مختلف ہوتے گئے۔

تفسیر میں شاید ہی کوئی ایسی آیت ہو جس کے حوالے سے شیعہ و سنی تفاسیر میں کسی غلط یا غفلت کی وجہ سے چھوٹ جانے والے نکتہ کی میں نے نشاندہی نہ کی ہو۔ اور فقہ میں میرا علماء شیعہ و سنی کے بہت سارے نظریات سے اختلاف ہے اور کبھی کبھی تو دونوں فرقوں کے بعض نظریات مجھ سے میل نہیں کھاتے ہیں۔ اور قرآن و سنت کے مبنی پر پانچ سو سے زیادہ فتاوے میں نے تبصرۃ الفقہاء میں ذکر کئے ہیں جو سارے کے سارے نظریات مشہور کے مخالف ہیں اور تمام علوم اسلامی میں اس وسیع اختلاف کی بنیاد آزاد اندیشی اور پیش فرض کے بغیر قرآن مبین میں تدبر ہے، حالانکہ اگر علماء اسلام درست تحقیق کریں تو ان کے اختلافات کا فیصد بہت کم ہو جائےگا اگر چہ ان کے اس طرح کے فتاوے اجماع اور روایات کے برخلاف ہوں۔

مرسوم حوزوی فلسفہ کے ارکان اولیہ کو عقلی اور قرآنی فہم و ادراک کے برخلاف جانتا ہوں اور طبعاً بہت سارے فلسفی نظریات کو قبول نہیں کرتا جیسے قدمت زمانی عالم اور حدوث ذاتی عالم، ضرورت سنخیت علت و معلول کے مبنی پر خدا اور مخلوقات کے سنخیت، قاعدہ الواحد لا یصدر الا الواحد وغیرہ۔ منطق بشری میں چند اعتراضات کے علاوہ ٦٦ تضاد –مطابق حساب ابجدی "اللہ"- منطقیوں کے نظریات کے درمیان موجود ہیں جن کا ذکر تفسیر "الفرقان" کے حاشیہ میں سوری اعراف میں {جلد نمبر ١٠ صفحات ٣٤ تا ٣٨} کیا ہے۔

علم اصول میں مباحث الفاظ میں بحث و تحقیق کو غلط سمجھتا ہوں۔ جیسا کہ علوم تجربی کا کوئی بھی عالم بدیہیات لفظی میں بحث نہیں کرتا ہے۔ اور اصول عملی بھی نصوص کتاب و سنت سے ہویدا ہیں۔[١٥٦]

---

[١٥٦]۔ کتاب اصول الاستنباط مخصوص مابحث ضد اصول حوزوی ہے۔

علماء سے ہمارا اختلاف دوسرے علوم سے زیادہ فقہی مسائل میں ہے اور اس اختلاف کی بنیاد قرآنی ہے۔ میں نے "الفرقان" کی تیس جلدی تفسیر میں ان تمام موارد کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور فقہی نظر سے بھی تفسیر کے علاوہ "تبصرة الفقہاء"، "اصول الاستنباط"، "تبصرة الوسیلہ"، "علی شاطی الجمعة" میں عربی زبان میں اور رسالہ "توضیح المسائل نوین"، "فقہ گویا"، "اسرار مناسک و ادلہ حج" اور مفت خواران میں فارسی زبان میں اہم فقہی قرآنی مباحث کو پیش کیا ہے۔ یہ تمام اختلافات اصالت دلالت قرآنی کے مبنی پر ہیں جس کو "ظنی الدلالة" سمجھا ہے با وجودیکہ فصاحت و بلاغت میں بلند ترین مرتبہ پر ہے۔

قرآن کے اس معمولی و حقیر خادم نے اسلام سے منسوب تمام حوزوی علوم {جو آخر کی نصف صدی میں بزرگ ترین علماء سے حاصل کیا ہے} ابتدا سے حاشیہ قرآن میں رکھا اور رفتہ رفتہ اس نتیجہ تک پہونچا کہ یہ علوم قرآن سے کافی اختلاف رکھتے ہیں "اور اکثر بڑے بڑے علماء سے اس سلسلہ میں میں نے گفتگو کی اور ایک مرتبہ بھی محکوم نہ ہوا" اور نوعاً معترف ہیں کہ علوم و معارف قرآنی حوزہای علمیہ میں چنداں اصالت نہیں رکھتے۔ اور میرا نظریہ ہے کہ یہ مرحوم امام کے سیاسی انقلاب سے زیادہ اہم ہے کہ تمام علمی و سیاسی ابعاد میں قرآنی انقلاب متحقق ہو۔ میں اسلامی ادلہ کو قرآن و سنت سے مخصوص جانتا ہوں اور اس درمیان اصلی محور بھی قرآن ہے۔ کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے:**وَٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلۡتَحَدٗا۔**[۱۵۷] اور جو کچھ تمہارے پروردگار کی کتاب {قرآن} سے بذریعہ وحی تم تک پہونچایا گیا ہے اس کی تلاوت کرو کہ ہرگز کوئی اس کا تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا "رسالتی و حیاتی" ٹھکانا بھی نہیں ہے۔

بنا بریں آیہ کریمہ کی رو سے وحی الہی کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کا بھی بجز قرآن کوئی مرجع اور ٹھکانا نہیں ہے کہ اگر کوئی متواتر حدیث بھی

[۱۵۷]۔ کہف/۲۷

موجود ہو تو نص یا ظاہر قرآن سے مخالفت کی صورت میں مردود ہے یہاں تک کہ اگر کوئی بھی حکم ایک اسلامی ضرورت ہو ایک اصل قرآنی کا محتاج ہے مگر یہ کہ قرآن کی اس کے بارے میں کوئی نفی یا اثبات نہ ہو کہ از باب اطیعوا

الرسول قابل قبول ہے جیسا کہ اگر ائمہ معصومین بھی ایسی ضرورت کے مؤید

ہوں تصدیق کی جائے گی البتہ "اولی الامر منکم"کے باب سے اور یہ روایت

قطعی بھی حروف مقطعات اور رمز آیات قرآن سے ماخوذ ہیں کہ سورہ کہف کی ۲۷ ویں آیت تمام احکام کا سرچشمہ قرآن کو جانتی ہے اور بس؛ نتیجہ یہ نکلا کہ سنت اور وحی مخصوص قرآن کے برابر نہیں ہے شہرت و اجماع یہاں تک کہ ضرورت مسلمین بھی قرآن کے سامنے بے نقش اور غیر موثر ہیں کیونکہ آیہ "قل فللهالحجةالبالغة" کی رو سے جیسا کہ ثابت کرنے والی حجتیں

اصل شریعت "بالغہ " ہے وہ بھی کہ احکام شریعت کو ثابت کرتی ہیں حجت بالغہ ہیں کہ قرآن میں یا سنت قطعیہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اور یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں ہے کہ خداوند عالم نے اپنے کسی حکم کو قرآن اور سنت قطعیہ میں بیان نہیں کیا ہےتاکہ ہمیں اجماع کی ضرورت ہو۔ اور چونکہ فقہاء کے تالیف شدہ نظریات کم ہیں سب کے اجماع کا حاصل اور معلوم کرنا محال ہے۔ دلیل ظنی بھی قرآن کی رو سے مردود اور نا قابل قبول ہے کیونکہ "لا تقف ما لیس لک بہ علم" بھی ہرگز اصول دین سے مخصوص نہیں ہے کیونکہ غیر علم سے یہ ممنوعیت بھی فرعی احکام کے بعد آئی ہے۔ بنا بریں ظن و گمان احکام الہی میں کوئی نقش نہیں رکھتے ہیں۔

کیونکہ "إن الظن لا یغنی من الحق شیئاً"اگر اسلامی کتابیں حوادث کی وجہ

سے ضائع ہو گئیں ہیں۔ اپنی حجت بالغہ کو بیان کرنے میں علم و قدرت و رحمت الہی تو ہے۔ علم رجال کابھی اگر نقش ہو تو بہت کم رنگ ہے کیونکہ احادیث کے متون کو جعل کرنے والوں نے اسناد بھی جعل کی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا

کہ نص یا ظاہر قرآن کے خلاف صحیح السند احادیث ہمارے حوالے کی ہیں۔ جیسا کہ کتاب "غوص فی البحار" میں تقریباً ۱۸۰ جلد شیعہ و سنی کی کتب حدیث کو کتاب و سنت کے معیار پر نقد کیا ہے۔

لہذا اسلام کی شناخت کا اصلی معیار صرف اور صرف قرآن اور اس کے موافق سنت قطعیہ ہے۔ یا کم سے کم علم آور سنت ہے جو موافق یا مخالف قرآن نہ ہو جو حروف مقطعات سے مستفاد ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سارے فتاوے اور احتیاطیں مردود ہیں اور اگر اسلامی فرقوں کے درمیان ایسے فقہی نظریات موجود ہیں جو عقل، احساس اور عدل و علم کے برخلاف ہیں تو ان کی بنیاد قرآنی نہیں ہےمگر ممکن ہے جس اسلام کو قاطع عقلی دلیل کے مبنی پر قبول کیا ہے، خود اس اولی مبنی کے مخالف ہو۔

مثلاً حضرت امام صادق علیہ السلام کے ابو حنیفہ سے مناظرہ کے بارے میں روایت جعل کی کہ بالفرض حضرت نے قیاس باطل سے منع کرتے ہوئے قیاس اولویت قطعیہ کی رد کی طرف سبقت کی ہے! اور مثلاً راوی سے فرمایا ہو: اگر عورت کی ایک انگلی کاٹی جائے تو اس کی دیت مرد کی کامل دیت کا ۱۰/۱ ہے {یعنی ۱۰۰ مثقال سونا} اور عورت کی دو انگلی ۱۰/۲ اور تین انگلی ۱۰/۳ لیکن اس کی چار انگلیوں کی دیت اس کی دو انگلیوں کی دیت کے مساوی ہے!

حالانکہ اولاً قیاس اولویت قطعیہ بالکل صحیح قیاس ہے اور کتاب و عقل اور تمام عقلاء کی عقل کے مطابق ہے، ثانیاً کیا یہ بات سوچی جا سکتی ہے کہ چار، حساب اور ارزش کے لحاظ سے تین سے کمتر ہے اور دو کے مساوی ہے!؟ قرآن نے بھی عورت اور مرد کی دیت کے فرق کو بیان کرنے کے بعد آیت "والجروح قصاص" کے ذریعہ عورتوں کے اعضاء و جوارح کی دیت کو ان کی کامل دیت کی مناسبت سے اور مردوں کے اعضاء و جوارح کی دیت کو ان کے کامل دیت کی مناسبت مقرر فرمایا ہے۔

اور شوہروں سے بیویوں کی میراث کے باب میں بھی اکثر {قریب بہ اتفاق} شیعہ فقہاء نے بیویوں کو اموال غیر منقولہ سے { گھر کی قیمت کے علاوہ} محروم کیا ہے جبکہ نصوص قرآن کی رو سے ایسی کوئی محرومیت ہرگز نہیں ہے، کیونکہ سورہ نساء کی آیہ ۱۱ اور ۱۲ نے صرف وصیت اور دین کو مورث کے ترکہ سے استثناء کیا ہے اور اس حکم کو عورت اور مرد کی میراث کے لئے مکرر بیان فرمایا ہے کہ**(مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ)** **(مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖۚ وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّكُمۡ وَلَدٞۚ فَإِن كَانَ لَكُمۡ وَلَدٞ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۚ مِّنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ تُوصُونَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖ)** کہ مکرر وصیت اور دین (قرض) کو (عورتوں کے لئے مردوں کی طرح) مستثنی کیا ہے اور بس۔

اسلامی روایات بھی اس حوالے سے گوناگوں ہیں ہمارے فقہاء کی اکثریت نے تنہا ان روایات سے استدلال کیا ہے جو خلاف قرآن بھی ہیں اور ان میں موجود برہان بھی تمام عقلی و شرعی معیاروں کے برخلاف ہے، مثلاً فوق الذکر محرومیت کے لئے روایات میں اس طرح استدلال کیا ہے: چونکہ عورت (بیوی) مرد کے اصل نسب میں داخل نہیں ہوئی اس لئے اصل میراث سے میراث نہیں پائےگی؛ جبکہ اس کے برعکس یعنی مرد (شوہر) میں بھی ایسا ہی ہے یعنی چونکہ مرد بھی زن (بیوی) کے اصل نسب میں داخل نہیں ہے اس لئے اس کی اصل میراث سے میراث نہیں پائے گا۔

دوسری روایات میں اس طرح آیا ہے: "چونکہ ممکن ہے زن بیوہ شادی کرلے اور اس کے بعد اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ پہلے شوہر کے میراث میں ملے گھر میں چلی جائے اور وہاں سکونت اختیار کرلے اور دوسروں کے حق کو غصب کرلے خود گھر سے محروم ہے"۔ حالانکہ مرد اپنی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کرنے میں بیوہ سے کہیں زیادہ سرگرم ہوتا ہے اور غصب میں بھی بیوہ عورت سے زیادہ طاقتور ہے۔ اور اس وقت اگر دوسری شادی نہ بھی کرے پھر بھی اسی طرح میراث کے اس حصہ سے محروم ہے۔

چنانچہ اس روایت کی وجہ سے اگر عورت (بیوی) ان دونوں احتمالات کے پیش نظر میراث کے اصلی حصہ سے محروم ہو تو مرد کو زیادہ محروم ہونا چاہئے۔

یا عاقلہ کے بارے میں کہ فتاویٰ کی رو سے اگر کوئی بالغ آدمی تعمد کے بغیر کسی کو قتل کر دے تو مقتول کا خون بہا قاتل کے چچا اور ماموں کے ذمہ ہے ہر چند یہ بے ثروت نوجوان اور وہ سن رسیدہ ثروت مند ہو۔ یہ فتوی بھی سو فیصد مخالف عقل اور بر خلاف نصوص آیات قرآنی ہے۔ اور اسی طرح سے قصر نماز اور افطار روزہ کے باب میں، وہی آٹھ فرسخی سفر مشہور فتوی کا مبنیٰ ہے جبکہ کم سے کم "مسیرۃ یوم" میزان ہے۔ یعنی ایک روز کی مسافرت کہ آج کے آمد و رفت کے وسائل کے ذریعے جو ہزار کیلو میٹر سے زیادہ ہے اور پھر یہ بھی معیار نہیں ہے بلکہ آیہ قصر "**إِنۡ خِفۡتُمۡ أَن يَفۡتِنَكُمُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْۚ**"کی رو سے صرف جان کے خوف یا اس کی مانند کی صورت میں کیفیت نماز میں کمی ہوگی کہ آج سفر میں ہرگز نماز قصر نہیں ہوتی ہے اور روزہ بھی افطار نہیں ہوتا ہے۔

روزہ دار کے صبح رمضان میں داخل ہونے کے لئے جنابت سے طہارت مشہور فتوا کی رو سے لازم ہے، ہم اس فتوائے مشہور کے بارے میں جب قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قرآنی نص کے مطابق ہرگز ایسی کوئی قید نہیں ہے، کیونکہ "**فَٱلۡـَٰٔنَ بَٰشِرُوهُنَّ... وَكُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ ٱلۡخَيۡطُ ٱلۡأَبۡيَضُ مِنَ ٱلۡخَيۡطِ ٱلۡأَسۡوَدِ مِنَ ٱلۡفَجۡرِ**" عورتوں (بیویوں)سے مباشرت کو کھانے اور پینے کی طرح طلوع فجر سے ایک لحظہ پہلے تک جائز جانا ہے کہ اب غسل جنابت کے لئے کوئی وقت باقی نہ رہ جائے گا۔ شیعہ اور سنی روایات بھی نص آیت کے موافق ہیں اور تنہا چند شیعی روایات جو آپس میں متناقض بھی ہیں طلوع فجر سے پہلے طہارت کو واجب یا شرط صحت روزہ جانتی ہیں۔

میں نے بڑے بڑے علماء سے رائج حوزوی علوم بالخصوص فقہ کے بارے میں گفتگو کی ہے منجملہ مرحوم آیۃ اللہ سید احمد خوانساری سے اس زنا کار سے شادی کے بارے میں جس نے توبہ نہیں کی اور نہ کرے گا، فرمایا: احتیاط واجب ہے کہ اس سے شادی نہ کرے خواہ موقت ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ

شروط صحت ازدواج سے عورت کے مانع ہونے کے بغیر ہے اور زناکار کی بات بھی قابل قبول نہیں ہے، میں نے کہا: اس طرح سے تو اس سے شادی کی حرمت اقوی ہے نہ احتیاط واجب، اور پھر یہ کہ **"وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ"** نے اس کو حرام کیا ہے اور اگر روایات بھی اس بارے میں مختلف ہوں تنہا وہ روایت قابل قبول ہے جو موافق نص ہے۔ فرمایا: شاید ائمہ علیہم السلام کے مد نظر کوئی آیت تھی جس نے اس حرمت کو نسخ کیا ہے۔ میں نے کہا: پہلی بات تو یہ کہ آیات ناسخ و منسوخ معلوم ہیں دوسرے یہ کہ سورہ مائدہ جو نزول کے اعتبار سے آخری سورہ ہے اس کی پانچویں آیت "والمحصنات من المومنات" میں عورتوں کی پاکدامنی کو ان سے شادی کی اصلی شرط جانا ہے، کہ یا یہ آیت ان کی پاکدامنی کے بارے میں ایک اہم شرط رکھتی ہے یا کم سے کم **"وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ"** کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اس بنا پر جب تک کسی عورت کا زنا کرنا ثابت نہ ہو اس پر پاکدامنی و عفاف کا حکم جاری ہے۔ یہیں پر آپ نے آیہ تحریم کی نص کے مطابق ، نامناسب لوگوں سے شادی کی حرمت کا قطعی فتوی صادر کیا۔

اسی طرح مرحوم آیۃ اللہ العظمی گلپایگانی سے اس بارے میں بحث ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے عروہ کے خطی حاشیہ میں احتیاط واجب کیا ہے؛ لیکن تحقیق کے بعد دیکھا کہ آپ کا فتوی احتیاط مستحب تھا۔ میں نے کہا: نص آیہ تحریم کے تحت یہ احتیاطیں بھی بے جا ہیں اور دو نص قرآنی کے مطابق نا موزوں یعنی دوسرے مذہب والوں سے شادی حرام ہے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمی خوئی نے بھی فرمایا: لا ینکح خبر ہے نہ انشاء لہذا حرام نہیں ہے؛ میں نے کہا: اگر خبر ہے تو قطعاً کذب ہے؛ کیونکہ زنا کار مرد زنا کار عورتوں سے شادی کی سوچتا اور زنا کار عورت بھی زنا کار مرد سے شادی کے فراق میں نہیں ہوتی لہذا لا ینکح انشاء ہے بلفظ خبر، اور چونکہ **حُرِّمَ**اور **ذَٰلِكَ** مذکر ہیں ان دونوں کا مرجع اور مشارٌ الیہ صرف نکاح ہے نہ زنا جو لفظاً مونث مجازی ہے۔ اور اگر بفرض محال **ذَٰلِكَ** کا مرجع زنا ہو! کیا یہ زنا صرف مومنین پر حرام ہے کافروں اور فاسقوں پر نہیں؟ بنا بریں **"وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ**

عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ" حرمت پر نص ہے! فرمایا: اس **"حُرِّمَ"** سے غفلت ہوئی ہے اور پہلی دلیل بھی درست ہے۔

رضاعت اور شیر خوارگی کے مشہور مسئلہ کے بارے میں، نوعاً اکثر فقہاء کا فتوی یہ ہے کہ اگر کسی بچہ نے تمہاری عورت (بیوی) کا دودھ پی لیا ہے تو وہ تمہارا رضاعی فرزند ہے۔ چنانچہ اگر اس نے شادی کی اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی یا لڑکا مر گیا تو اس عورت سے شادی کرنا تم پر حرام ہے!! اس بارے میں مرحوم آیۃ اللہ العظمی خمینی سے نجف میں میں نے گفتگو کی تو آپ فتوائے مشہور کو قبول کرتے تھے!! میں نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ فرزند رضاعی کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ حرمت رضاعی صرف شادی کے دائرے میں ہے اور کیا باپ اور رضاعی بیٹے کے درمیان شادی ممکن ہے کہ بیٹا حرمت رضاعی رکھتا ہو!!! اور پھر **"وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ"** نے حرمت ازدواج کو صلبی اور اصلی بیٹوں کی بیویوں سے مخصوص جانا ہے جس کے نتیجہ میں ایسے بیٹے اور منہ بولے بیٹے اس حکم سے خارج ہیں اور اگر بالفرض محال رضاعی بیٹوں کا وجود ہو تو ان کی بیویوں سے شادی حرام نہیں ہے۔ آپ نے چند مختصر جملے کہنے کے بعد کہا: فتوائے مشہور محترم اور قابل قبول ہے باوجودیکہ بر خلاف آیت ہے اور کوئی روایت بھی نہیں ہے جو اس کی تائید کرے آخر کار ہم اجماع و شہرت میں مبتلا ہیں۔

میں نے کہا: کل ملا کر موافق نص قرآن اور بر خلاف فتاوائے دیگران حدیث شیر خوارگی رضاعی ماؤں اور بہنوں میں منحصر ہے۔

سنت پیغمبر اور سیرت ائمہ معصومین کے مطابق اطاعت واجب ہونے کے باب میں مرحوم آیۃ اللہ العظمی خوئی سے گفتگو کی کہ کتاب کے اشارہ اور سنت کی تصریح کی رو سے غسل جمعہ قطعاً واجب ہے پس کیوں اس حکم میں فقہاء کا اجماع اور شہرت استحباب پر ہے!؟ فرمایا: ہم اجماع اور شہرت میں گرفتار ہیں!میں نے کہا: یہ گرفتاری کتاب و سنت کے خلاف ہے۔

زیتون و رمان (انار) کی زکات کے بارے میں بھی کہ سورہ انعام کی آیت ۱۴۱ میں اموال زکاتی کے مورد میں آیا ہے، بدلیل **"وَءَاتُواْ حَقَّهُ يَوۡمَ حَصَادِهِ"** مرحوم آیۃ اللہ العظمی خوئی سے میں نے کہا: اس رو سے زکات نو چیزوں سے زیادہ میں واجب ہونی چاہئے۔ فرمایا: یہ آیت مکی ہے اور زکات مدنی حکم ہے۔ میں نے کہا: زکات کے بارے میں مکی و مدنی تیس آیتوں میں سولہ آیتیں مکی ہیں۔ فرمایا: یہ فقہ جدید ہے! میں نے کہا: یہ فقہ قرآن ہے اور آپ کے فقہ سے زیادہ قدیم ہے۔

مرحوم آیۃ اللہ العظمی میرزا مہدی آشتیانی سے آیت **"وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهِ"** کے بارے میں گفتگو کی، فرمایا: یہ تسبیح تکوینی ہے، یعنی وجود اشیاء میں درست غور و فکر ہمیں وجود خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہے، میں نے کہا: تسبیح تکوینی تمام مکلفین کے لئے قابل فہم تھی اور اس کا حکم ہوا ہے جیسے **" قُلِ ٱنظُرُواْ مَاذَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ"** اور اسی طرح دوسری آیات میں جیسے **"أَوَلَمۡ يَنظُرُواْ فِي مَلَكُوتِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ"** آسمانوں اور زمین کی حقیقت وجودی میں غور و فکر اور تامل نہ کرنا ۔کہ ذاتاً محتاج مطلق اور فقر محض ہیں۔ مورد توبیخ واقع ہوا ہے اس بنا پر آیت **"وَإِن مِّن شَيۡءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهِ"** میں صرف تسبیح تکوینی نہیں ہے، کیونکہ خداوندعالم اس کے آگے فرماتا ہے **"وَلَٰكِن لَّا تَفۡقَهُونَ تَسۡبِيحَهُمۡ"**لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھنے سے قاصر ہو" اور یہ آپ کا جواب ہےکیونکہ خداوند عالم ہرگز مکلفین کو کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا جس کا نتیجہ لا تفقهون (تم نہیں سمجھتے ہو) ہو لہذا آیت کے معنی میں دقت کرنے سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ تمام اشیاء جمادات ہوں کہ نباتات یا پھر حیوانات تسبیح تکوینی کے علاوہ ہر ایک اپنی مخصوص زبان میں آگاہانہ اور اپنے اختیار سے خدا کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ لیکن ہم اس کی تسبیح کی کیفیت سے ناواقف ہیں۔ آپ نے آخر کار میرے نظریہ کو قبول کر لیا۔

مرحوم آیۃ اللہ سید ابو الحسن رفیعی قزوینی سے روح کے تجرد اور عدم تجرد کے بارے میں گفتگو ہوئی؛ میں نے کہا: باوجودیکہ سارے ادلہ اس بات پر

دلالت کرتے ہیں کہ تجرد، خدا سے مخصوص ہے اور اس کی ذات میں منحصر ہے تو پھر فلاسفہ نے **"قُلِ ٱلرُّوحُ مِنۡ أَمۡرِ رَبِّي"** کی آیت سے تجرد روح کے لئے اس طرح کیوں تمسک کیا ہے کہ روح عالم امر سے ہے اور امر ایجادات، مجردات سے عبارت ہے!!! جبکہ "امر" لغت میں کسی کام یا چیز کے فرمان اور حکم کے معنی میں ہے اور آیت **"أَلَا لَهُ ٱلۡخَلۡقُ وَٱلۡأَمۡرُ"** بھی خلقت عرش کے بعد آئی ہے جو آفرینش اور تدبیر کے معنی ہے، پس "الخلق" کل آفرینش اور "الامر" تدبیر مخلوقات کے کل کام سے متعلق ہے، جیسا کہ آیت **"كُلَّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَٰهُ بِقَدَرٖ"** نے خلق اور آفرینش کو تمام اشیاء سے مربوط جانا ہے، لہٰذا مادیات کی خلقت سے مخصوص نہیں ہے تھوڑی سی گفتگو کے بعد فرمایا: ہاں اس طرح قرآن سے استدلال تفسیر بالرای ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے پاس سے ایسے دلائل سے جو انھیں قانع کر رہے ہیں تجرد روح کا عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر اس عقیدہ کو قرآن پر کیوں حمل کرتے ہیں!!

خلاصہ، ان مباحثات اور نظریات سے صرف نظر اگر قرآن اسلامی علوم کا اصلی محور ہو!بہت سارے حوزوی نظریات مخدوش ہیں۔ اسلامی علوم پر یہ ایک سب سے بڑا اعتراض ہے کہ یا ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے یا پھر قرآن مخالف ہیں۔دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر کبھی اکثر حوزوی محافل میں ایک صحیح نظریہ دقیق تحقیق کے ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں سامنے آئے تو چونکہ مشہور کے خلاف ہے تو شائع شدہ کتب میں یا اعلان فتوا کے وقت رسالہ عملیہ میں اس کی شکل بدل جاتی ہے۔ منجملہ مرحوم آیۃ اللہ العظمی مرعشی نجفی سے اس بارے میں کہ دخانیات مبطل روزہ ہیں یا نہیں ایک ملاقات میں فرمایا: بدلیل حدیث موثق دھواں مبطل روزہ نہیں ہے، میں نے کہا: اول بدلیل قرآن جو صرف کھانے، پینے اور مباشرت کو مبطل روزہ جانتا ہے اور اس کے بعد بدلیل روایت ۔البتہ قرآن کی رو سے استعمال دخانیات قطعاً حرام ہے لیکن مبطل روزہ نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے سوال کیا: کیا آپ نے رسالہ عملیہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے؟ فرمایا: لوگوں کا لحاظ کرتے ہوئے نہیں لکھا ہے، بلکہ رسالہ عملیہ میں اس کو بھی مبطلات روزہ سے شمار کیا ہے!

جو کچھ تحریر کیا ہے وہ عالمی سطح پر قرآنی تحریک کی توسیع کے لئے مؤلف کی مسلسل تلاش و کوشش کا ایک مختصر نمونہ ہے۔ البتہ یہ تمام یادیں اور حالات زندگی شرح وبسط کے ساتھ ۸۰۰/ صفحات پر مشتمل آمادہ و تنظیم ہو رہے ہیں جو انشاء اللہ منظر عام پر آئیں گے۔

اس دن کے انتظار میں جب منتظرین منتظر کے قیام سے معارف قرآن عالمی اور جہانگیر ہوں گے۔

قم ۔ محمد صادق تہرانی ــ ۱۵ خرداد ۱۳۸۳ ھ ش

جامعۃ علوم القرآن/ "واحد تبلیغات"

قم ــ بلوار امین، کوچہ ۲۱، پلاک ٤، کد پستی : ۳٤۱۳۹

ٹیلیفون: ۲۹۳۳۴۲۵ ؛ فیکس نمبر: ۱۔ ۲۹۳۵۴۸۰

تألیفات حضرت آیۃ اللہ العظمی صادق تہرانی رحمۃ اللہ علیہ

عربی:

۱۔ الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن و السنۃ "۳۰ مجلداً"

۳۱۔ التفسیر الموضوعی بین الکتاب و السنۃ "۲۲ مجلداً"

۵۳۔ الفقہ المقارن بین الکتاب و السنۃ "۸ مجلدات"

٦۱۔ عقائدنا

٦۲۔ المقارنات

٦۳۔ رسول الاسلام فی الکتب السماویۃ

٦۴۔ حوار بین الالہیین و المادیین

٦۵۔ علی و الحاکمون

٦٦۔ علی شاطئ الجمعۃ

٦٧۔ فتیاتنا

٦٨۔ این "الکراسۃ"

٦٩۔ مقارنات فقھیۃ

٧٠۔ تاریخ الفکر و الحضارۃ

٧١۔ لماذا نصلی و متی نقصر من الصلاۃ

٧٢۔ لماذا انتصرت اسرائیل و متی تنھزم

٧٣۔ حوار بین اھل الجنۃ و النار

٧٤۔ المناظرات

٧٥۔ المسافرون

٧٦۔ تبصرۃ الفقھاء بین الکتاب و السنۃ

٧٧۔ تبصرۃ الوسیلۃ بین الکتاب و السنۃ

٧٨۔ اصول الاستنباط بین الکتاب و السنۃ

٧٩۔ غوص فی البحار فی الکتاب و السنۃ

٨٠۔ الفقھاء بین الکتاب و السنۃ

٨١۔ شذرات الوسائل و الوافی "مخطوط"

٨٢۔ البلاغ فی تفسیر القرآن بالقرآن

فارسی:

٨٣۔ بشارات عہدین

٨٥۔ ستارگان از دیدگاہ قرآن

٨٦۔ اسرار، مناسک و ادلہ حج

٨٧۔ انقلاب اسلامی ١٩٢٠ عراق

۸۸۔ آفریدگار و آفریده

۸۹۔ دعاہای قرآنی "خطی"

۹۰۔ حکومت قرآن

۹۱۔ حکومت مہدی {علیہ السلام}

۹۱۔ آیات رحمانی

۹۳۔ گفت و گوئی در مسجد النبی

۹۴۔ مسیح {علیہ السلام} از نظر قرآن و انجیل

۹۵۔ خاتم پیامبران

۹٦۔ سپاه نگہبانان اسلام

۹۷۔ مفت خواران

۹۸۔ قرآن و نظام آموزشی حوزه "جزوه"

۹۹۔ قضاوت از دیدگاه کتاب و سنت

۱۰۰۔ حکومت صالحان یا ولایت فقیہان "خطی"

۱۰۱۔ ماتریالیسم و متافیزیک

۱۰۲۔ مفسدین فی الارض

۱۰۳۔ نماز جمعہ

۱۰۴۔ نماز مسافر با وسائل امروزی

۱۰۵۔ پیروزی اسرائیل چرا و شکست آن کی؟

۱۰٦۔ برخورد دو جہان بینی

۱۰۷۔ حقوق زنان از دیدگاه قرآن و سنت

۱۰۸۔ رسالہ توضیح السائل نوین {تالیف سال ۱۳٦۸}

۱۰۹. فقہ گویا

۱۱۰. مسافران {نگرشی جدید بر نماز و روزه مسافر}

۱۱۱. توضیح المسائل نوین{تالیف سال ۱۳۸۳}

۱۱۲. ترجمان قرآن {ترجمہ و تفسیر فارسی مختصر قرآن}